www.KitaboSunnat.com

تحقیق و تنقید

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی صاحب

قسط نمبر ۱

تطلیقِ ثلاثہ

قاری عبدالحفیظ صاحب ریسرچ اسسٹنٹ ادارہ "منہاج" کے تعاقب کے جواب میں

سہ ماہی مجلہ "منہاج" اشاعت اپریل ۱۹۸۷ء میں میرا ایک مضمون بعنوان "خلفائے راشدین کی شرعی تبدیلیاں" شائع ہوا تھا۔ اس مضمون میں میں نے پرویز صاحب اور جعفر صاحب پھلواروی کے اس اعتراض کا جواب پیش کیا تھا "خلفائے راشدین بالعموم اور حضرت عمر فاروق بالخصوص اپنے دور کے تقاضوں کے مطابق سنت رسول اللہؐ میں تبدیلیاں کرتے رہے ہیں۔" پھر ان حضرات نے نتیجہ یہ پیش فرمایا تھا کہ:۔

"اگر خلفائے راشدین اپنے دور کے تقاضوں کے مطابق پچیس تیس سنت ہائے رسول میں تبدیلیاں کر سکتے ہیں تو آخر ہم اپنے دور کے تقاضوں کے مطابق ایسی تبدیلیاں کیوں نہیں کر سکتے۔"

اسی ضمن میں ایک مشہور مسئلہ "تطلیق ثلاثہ" بھی زیر بحث آیا جسے میں نے اپنے مضمون کے آخر میں حضرت عمرؓ کی "اجتہادی غلطیوں" کے ذیلی عنوان کے تحت درج کیا تھا اور بتلایا تھا کہ لے دے کے یہی ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں آپ کا فیصلہ کتاب و سنت کی منشاء کے خلاف تھا۔ اب ادارہ منہاج نے غالباً" مسلکا" حنفی ہونے کی وجہ سے میرے مضمون کو جوں کا توں شائع کرنا مناسب نہ سمجھا اور قاری عبدالحفیظ صاحب ریسرچ اسسٹنٹ نے میرے دو صفحات کے اس آرٹیکل پر چودہ صفحات کے حواشی چڑھا کر اپنی طرف سے بھرپور تردید کے ساتھ شائع فرما دیا۔ حالانکہ اگر ادارہ مذکور وسعت نظر سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کام لیتے ہوئے ان حواشی کے بغیر بھی چھاپ دیتا تو بھی اس پر کچھ الزام نہ آسکتا تھا کیونکہ کوئی بھی ادارہ یہ عبارت لکھنے کے بعد کہ "ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں" جوابدہی کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو جاتا ہے۔ اور اگر یہ بات ایسی ہی ضروری تھی تو الگ مضمون شائع کر دیتا۔

تطلیق ثلاثہ کا مسئلہ ایسا ہے جس پر صدر اول سے اختلاف چلا آ رہا ہے۔ اس مسئلہ پر فریقین کی طرف سے بہت کچھ لکھا جا چکا ہے بایں ہمہ یہ مسئلہ جوں کا توں قائم ہے۔ ایسے گھسے پٹے مسائل کو زیر بحث لانا میرے ذوق سے خارج ہے۔ اب چونکہ قاری صاحب مجھے اس میدان میں کھینچ لائے ہیں۔ لہٰذا اب جواب دینا ضروری سمجھتا ہوں اور اس لحاظ سے میں قاری صاحب کا ممنون بھی ہوں کہ ان کے ان حواشی کی وجہ سے مجھے دوبارہ اس مسئلہ کے مطالعہ کا موقع فراہم ہو گیا۔

قاری صاحب موصوف کے حواشی کا ماحصل میرے خیال میں مندرجہ ذیل چار باتوں پر مشتمل ہے:-

۱۔ حضرت عمرؓ کا ایک مجلس کی تین طلاقوں کو بطور تین ہی نافذ کر دینے کا فیصلہ سیاسی نہیں بلکہ شرعی بنیادوں پر استوار تھا۔
۲۔ یہ مسئلہ ایک آیت اور دو احادیث سے ثابت ہے۔
۳۔ حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ کے بعد امت کا اس پر اجماع ہو گیا تھا۔
۴۔ اس فیصلہ پر حضرت عمرؓ کی ندامت والا قصہ بھی من گھڑت ہے۔

اعتذار

ان باتوں کا جواب دینے سے پیشتر میں اپنی ایک غلطی (مسامحت) کا اعتراف ضروری سمجھتا ہوں جس کی بناء پر میری عبارت میں سے صرف دو الفاظ کے چھوٹ جانے پر مطلب میں نمایاں فرق پڑ گیا۔ شائع شدہ عبارت یوں ہے "تاہم ہمیں یہ تسلیم کر لینے میں کچھ باک نہیں ہے کہ آپ (حضرت عمرؓ) کا یہ فیصلہ کتاب اللہ اور سنت رسولؐ کے خلاف تھا۔" جبکہ میرے رَف مسودہ میں اس فقرہ کے آخری الفاظ یوں تھے "کتاب اللہ اور سنت رسولؐ کی منشا کے خلاف تھا" جب دوسری بار مسودہ صاف کر کے لکھا تو "کی منشا" کے الفاظ درج ہونے سے رہ گئے جس سے مطلب کچھ کا کچھ بن گیا۔ شائع شدہ فقرہ سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نعوذ باللہ کتاب اللہ اور سنت رسولؐ کے خلاف بھی فیصلہ فرما سکتے تھے۔ اور "کی منشا" کے الفاظ شامل کرنے کے بعد یہ مفہوم بنتا ہے کہ آپ کا یہ فیصلہ محض ایک اجتہادی غلطی تھی۔ اور میں نے اس مضمون کو درج بھی "اجتہادی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غلطی" کے عنوان کے تحت ہی کیا تھا۔

یہ تو خیر جو ہوا سو ہوا، کہ میرے مضمون میں تو عبارت یوں چھپی تھی کہ آپ کا یہ فیصلہ کتاب اللہ اور سنت رسولؐ اللہ کے خلاف تھا۔ لیکن قاری صاحب موصوف نے اس مخالفت کی نسبت حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ کے بجائے براہ راست حضرت عمرؓ کی ذات کی طرف کر کے اسے میری طرف منسوب کر دیا اور لکھا کہ:

(کیلانی صاحب) حضرت عمرؓ پر برس پڑے اور بیک جنبش قلم انہیں مخالف کتاب اللہ اور سنت رسولؐ اللہ بھی قرار دینے میں کوئی باک محسوس نہیں کیا۔"

انا للہ وانا الیہ راجعون اللہ تعالیٰ ہم سب کی بھول چوک، لغزشوں اور غلطیوں کو معاف فرمائے۔ آمین۔ اس احتزار کے بعد اب ہم اصل موضوع کی طرف آتے ہیں:۔

۱۔ حضرت عمرؓ کا فیصلہ سیاسی تھا یا شرعی؟

اس ضمن میں قاری صاحب موصوف نے جناب مولانا ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی کا ایک اقتباس درج فرمایا ہے۔ جس میں مولانا ابراہیم صاحب نے اس بات پر زور دیا ہے کہ حضرت عمرؓ کا بیک مجلس تین طلاق کو تین طلاق کے وقوع کے طور پر نافذ کرنے کا فیصلہ سیاسی نوعیت کا نہیں بلکہ شرعی بنیادوں پر تھا۔ اتمام حجت کے طور پر قاری صاحب موصوف نے یہ وضاحت بھی فرما دی کہ مولانا ابراہیم صاحب موصوف غیر مقلد ہیں۔

اس اقتباس کا جواب تو تب ہی درست سمجھا جا سکتا ہے کہ ہم کسی حنفی مقلد عالم کا ایسا ہی اقتباس پیش کر دیں جس میں یہ وضاحت موجود ہو کہ حضرت عمرؓ کا یہ فیصلہ شرعی نہیں بلکہ سیاسی اور تعزیری قسم کا تھا۔ چنانچہ اس ضمن میں پیر کرم شاہ صاحب ازہری (جو مسلکاً بریلوی فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے بھی رکن ہیں اور رویت ہلال کمیٹی کے بھی۔ مزید برآں ماہنامہ "ضیائے حرم" کے مدیر بھی ہیں) کا اقتباس ذیل پیش خدمت ہے:۔

حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ پر پیر کرم شاہ صاحب کا تبصرہ

آپ اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کرنے کے بعد آخر میں لکھتے ہیں:۔

"لیکن ایک خلجان ابھی تک موجود ہے۔ جس کا ازالہ از حد اہم ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب طلاق ثلاث ایک طلاق شمار کی جاتی تھی تو الناطق بالصدق و الصواب، الفارق بین الحق و الباطل، حضرت امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے برعکس حکم کیوں دیا؟ تو اس کے متعلق گزارش یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے جب یہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملاحظہ فرمایا کہ لوگ طلاق ثلاث کی حرمت کو جانتے ہوئے اب اس کے عادی ہوتے چلے جا رہے ہیں تو آپ کی سیاست حکیمانہ نے ان کو اس امرِ حرام سے باز رکھنے کے لئے بطور سزا حرمت کا حکم صادر فرمایا۔ اور خلیفہ وقت کو اجازت ہے کہ جس وقت وہ یہ دیکھے کہ لوگ اللہ کی دی ہوئی سہولتوں اور رخصتوں کی قدر نہیں کر رہے اور ان سے استفادہ کرنے سے رک گئے ہیں تو بطور تعزیر انہیں ان رخصتوں اور سہولتوں سے محروم کر دے تاکہ وہ اس سے باز آ جائیں ۔ ۔ ۔ ۔ حضرت امیرالمومنین نے یہ حکم نافذ کرتے ہوئے انہیں فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ

فَلَوْ اَنَّا اَمْضَيْنَا عَلَيْهِمْ (کاش! ہم اس کو ان پر نافذ کر دیں) ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ یہ آپ کی رائے تھی اور امت کو فعل حرام سے باز رکھنے کے لئے یہ تعزیری اقدام اٹھایا گیا تھا۔ اس تعزیری حکم کو صحابہ کرام نے پسند فرمایا اور اس کے مطابق فتوے دیئے۔ (مقالات علمیہ ص ۲۴۱ ' ۲۴۲)

جناب پیر کرم شاہ صاحب ازہری کے اقتباس سے درج ذیل باتیں معلوم ہوئیں:۔

۱۔ دورِ فاروقی سے پہلے دورِ نبوی اور دورِ صدیقی میں ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک ہی شمار کیا جاتا تھا۔

۲۔ حضرت عمر فاروقؓ نے جو فیصلہ کیا تھا وہ دور نبوی اور صدیقی کے تعامل کے برعکس تھا۔

۳۔ آپ کا یہ فیصلہ آپ کی سیاست حکیمانہ کا نتیجہ تھا اور آپ نے یہ فیصلہ بطور سزا صادر فرمایا تھا۔

۴۔ اس کے بعد ہی صحابہ نے بھی ایسے تعزیری فتوے دینا شروع کر دیئے تھے۔

حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ کو سیاسی قرار دینے والے دیگر حضرات

ممکن ہے اس جواب کو محض الزامی سمجھا جائے جبکہ مولانا ابراہیم صاحب کسی "بزرگ دین" کا نام بھی جاننا چاہتے ہیں جس نے آپ کے اس حکم کو سیاسی قرار دیا ہو۔ کیونکہ ان کے بقول آج تک انہیں کوئی ایسی تحریر نہیں مل سکی۔ لہٰذا اب ہم ان چند بزرگان دین کا نام بتائیں گے جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں اور ان کی تحریریں بھی انشاء اللہ آپ کو دکھلا دیں گے۔

(۱) ہمارے خیال میں سب سے پہلے بزرگ تو خود حضرت عمر فاروقؓ ہیں۔ جنہوں نے **فَلَوْ اَمْضَيْنَاهُ عَلَيْهِمْ** فرما کر یہ واضح کر دیا کہ یہ ان کا اپنا حکم تھا۔ انہوں نے یہ حکم جاری کرتے وقت ہرگز یہ نہیں کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم یا حدیث ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ ہی کسی قرآنی آیت سے آپ نے استدلال فرمایا جیسا کہ آپ نے عراق کی زمینوں کو قومی تحویل میں لیتے وقت استدلال فرمایا تھا۔ اب بتلایئے کہ ہم اسے آپ کا سیاسی اور تعزیری حکم نہ سمجھیں تو کیا سمجھیں؟ آپ کی اپنی شہادت کے بعد کسی دوسرے "بزرگ دین" کا نام گنوانے کی ضرورت تو نہیں رہ جاتی تاہم چند نام اور بھی پیش خدمت ہیں۔

(۲) مشہور حنفی امام طحاوی اپنی تصنیف درمختار ج ۲ ص ۱۰۵ پر لکھتے ہیں:۔

وَاِنَّہٗ کَانَ فِی الصَّدْرِ الْاَوَّلِ اِذَا اَرْسَلَ الثَّلَاثَۃَ جُمْلَۃً لَمْ یُحْکَمْ اِلَّا بِوُقُوْعِ وَاحِدَۃٍ اِلٰی زَمَنِ عُمَرَ ثُمَّ حَکَمَ بِوُقُوْعِ الثَّلَاثَۃِ سِیَاسَۃً لِکَثْرَتِہٖ بَیْنَ النَّاسِ

پہلے زمانہ میں تا خلافت عمرؓ جب کوئی شخص اکٹھی تین طلاقیں دیتا تو ایک ہی قرار دی جاتی پھر جب لوگ بکثرت ایسا کرنے لگے تو آپ نے سیاستاً" تین طلاقوں کے تین ہی واقع ہونے کا حکم نافذ کر دیا۔ (بحوالہ مقالات علیہ ص ۲۳۲)

(۳) اور امام ابن قیم تو آپ کے اس حکم کو درّہ فاروقی سے تعبیر کرتے ہوئے "اعلام الموقعین" میں فرماتے ہیں:۔

(ترجمہ) "جب لوگوں نے بے خوف ہو کر بکثرت اسے (یعنی ایک مجلس میں تین طلاق دینا) شروع کر دیا تو آپ نے بحیثیت قانون یہ حکم فرمایا کہ میں آئندہ تین طلاقوں کو تین ہی شمار کروں گا۔ یہ صرف اس لئے تھا کہ لوگ ایک ساتھ تین طلاق دینے سے باز آ جائیں۔ ورنہ پھر تین سال تک یہ حکم شرعی کیوں جاری نہ کیا؟ پس یہ حکم شرعی نہیں بلکہ قانونی حیثیت رکھتا ہے کہ لوگ ڈر جائیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پس یہ فتویٰ گویا ایک درہ فاروقی تھا جو ایسے لوگوں کی سزا کے لئے تھا۔ نہ کہ حضرت عمرؓ نے کسی شرعی حکم کو بدل دیا۔ نعوذ با للہ من ذالک۔" (اعلام الموقعین اردو۔ ص ۲۔۳)

امام ابن قیم کے اس اقتباس سے دو باتیں معلوم ہوئیں:۔

(i) حضرت عمرؓ کا یہ حکم شرعی نہیں بلکہ تعزیری تھا۔ اگر یہ حکم شرعی ہوتا تو آپ کو اسے ابتدائے خلافت سے جاری فرمانا چاہئے تھا۔

(ii) آپ نے کسی شرعی حکم کو بدلا نہیں بلکہ یہ حکم ایسے خطاء کار لوگوں کے لئے نافذ کیا جو بیک وقت تین طلاقیں دیتے تھے۔ رجوع کے سلسلہ میں شریعت نے جو رعایت دے رکھی تھی وہ آپ نے ان سے سلب کر لی۔ گویا یہ قانون وقتی تھا جو سزا کے طور پر نافذ کیا گیا تھا۔

اب موجودہ دور کے چند "بزرگان دین" کے تبصرے اور تحریریں بھی ملاحظہ فرما لیجئے:۔

(۴) سب سے پہلے تو جناب پیر کرم شاہ صاحب ازہری' مدیر ماہنامہ ضیائے حرم'

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکن اسلامی نظریاتی کونسل اور رکن رویت ہلال کمیٹی کا نام ہی پیش کرنا مناسب ہے۔ جن کا اقتباس اوپر درج کیا جا چکا ہے۔ اس میں آپ نے برملا اعتراف کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کا یہ فیصلہ سیاسی نوعیت کا تھا اور سزا کے طور پر تھا۔

(۵) مولانا عبدالحلیم صاحب قاسمی مہتمم مدرسہ جامعہ حنفیہ قاسمیہ لاہور اور صدر علمائے احناف پاکستان فرماتے ہیں:۔

"حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیاستاً" ایک مجلس کی تین طلاق کو تین تسلیم کر لیا تھا۔ یہ آپ کی سیاست تھی جس میں تبدیلی کا امکان ہے۔ چنانچہ اکثر جلیل القدر صحابہ نے اس معاملہ میں آپ سے اختلاف فرمایا ہے جو کتب احادیث میں مع دلائل موجود ہے۔ آج تک کسی مفتی کو یہ جرات نہ ہوئی کہ یہ لکھ کر دے کہ یہ فیصلہ حضور پاکؐ کا نہیں ہے۔ (ایک مجلس کی تین طلاق علمائے احناف کی نظر میں' ص ۱۵)

(۶) نومبر ۱۹۷۲ء میں احمد آباد (گجرات۔ کاٹھیاوار) میں تطلیق ثلاثہ کے موضوع پر ایک سیمینار منعقد کیا گیا۔ جس میں جناب مولانا شمس پیرزادہ۔ امیر جماعت اسلامی نے ایک مقالہ پڑھا۔ اس مقالہ کے بعض مقامات کا جناب عامر عثمانی صاحب۔ مدیر ماہنامہ "تجلی" دیو بند نے تعاقب کیا۔ ان کا درج ذیل سوال و جواب ملاحظہ ہو:۔

عامر صاحب فرماتے ہیں کہ "حضرت عمرؓ حاکم وقت تھے نہ کہ قاضی۔ نیز یہ کہ ان کا فیصلہ کسی عدالت میں بطور نظیر بھی پیش نہیں ہوا تھا کیونکہ عدالت میں عدالتی نظائر کام آتے ہیں۔ حکام کے انتظامی یا سیاسی یا اصلاحی اقدامات کام نہیں آتے"

اس کے جواب میں جناب مولانا شمس پیرزادہ صاحب فرماتے ہیں:۔

"سوال یہ ہے کہ اگر حضرت عمرؓ کے مذکورہ فیصلہ کی حیثیت عدالتی نہیں بلکہ سیاسی اقدام کی تھی تو حضرت عمرؓ کے یکجائی تین طلاقوں کو نافذ کرنے کی جو علماء یہ توجیہ کرتے ہیں کہ اس کا نفاذ محض تعزیراً" کیا گیا تھا' ان کی یہ توجیہ کیوں غلط قرار دی جائے؟ مزید یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ اگر حضرت عمرؓ کا فیصلہ عدالتی نہ ہونے کی وجہ سے قابل استدلال نہیں ہے تو صحابہ کے فتوے کہ ان کی حیثیت بھی عدالتی فیصلوں کی نہیں ہے حجت کس طرح بن سکتے ہیں؟" (مقالات علمیہ ص ۲۱۶)

دیکھا آپ نے عامر عثمانی صاحب بھی جو متعصب حنفی ہیں اور شمس پیرزادہ صاحب بھی۔ دونوں آپ کے اس فیصلہ کو شرعی کے بجائے سیاسی اور تعزیری یا انتظامی اور اصلاحی قرار دے رہے ہیں۔

(۷) اسی سیمینار کے ایک اور مقالہ نگار جناب حفیظ الرحمٰن صاحب قاسمی فاضل دیو بند فرماتے ہیں:۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اگر تین طلاق سے مراد اَنتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا ہے تو آخر دور نبوت اور دور صدیق کے تعامل کو حضرت عمرؓ نے کس مصلحت سے بدلا؟ وہ کوئی شارع اور قانون ساز تو تھے نہیں۔ پھر قانون سازی بھی ایسے مسئلے میں کہ جس میں دور رسالت اور دور ابوبکر کا تعامل موجود ہو۔ جب مسلم شریف کی روایت ابو الصہباء کے متعلق ہم کچھ عرض کرتے ہیں تو فوراً" وہی اعتراض ہم سے کیا جاتا ہے ۔۔۔۔۔۔ اب آپ ہمیں واضح طور سے دو ٹوک انداز میں یہ بتایئے کہ حضرت عمرؓ کے لئے دور رسالت اور دور صدیق کے تعامل کا بدلنا اس روایت سے بالکل واضح ہے۔ آخر حضرت عمرؓ نے ایسا کیوں کیا؟" (مقالات طیبہ ص ۲۰۱)

فیصلہ کی شرعی حیثیت کی تعیین میں اختلافات

حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ کو مشروع قرار دینے والے بالعموم وہی حضرات ہیں جو کہ ایک مجلس کی تین طلاق کو تین ہی قرار دیتے ہیں۔ اور اس حد تک تو یہ سب حضرات متفق ہیں۔ مگر اس فیصلہ کی شرعی حیثیت کی تعیین میں پھر بہت سے اختلافات رونما ہوئے۔ مثلاً":۔

(۱) کچھ حضرات تو تطلیق ثلاثہ اور ان کے وقوع کو ایسے ہی سنت اور جائز سمجھتے ہیں۔ جیسے کہ متفرق طور پر طلاق دینے کو جیسا کہ خود قاری عبدالحفیظ صاحب نے رسالہ منہاج مذکور کے ص ۳۰۴ پر تحریر فرمایا ہے۔

اس توجیہہ پر درج ذیل اعتراض وارد ہوتے ہیں:۔

(ا) اگر بیک وقت تین طلاق دینا بھی سنت اور جائز ہے۔ تو علمائے احناف اور اسی طرح دوسرے تمام فقہاء اسے بدعی طلاق کیوں قرار دیتے ہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک چیز بیک وقت سنت بھی ہو اور بدعت بھی؟

(ب) بیک وقت تین طلاق دینے والے کو تمام علماء و فقہاء گناہ کبیرہ کا مرتکب سمجھتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کسی سنت کے عامل یا کم از کم جائز کام کرنے والے کو گناہ کبیرہ کا مرتکب قرار دیا جا سکتا ہے؟

(ج) اگر ایک مجلس کی تین طلاق بھی سنت اور جائز ہیں۔ تو حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں کیا چیز نافذ فرمائی تھی۔ جو چیز پہلے ہی موجود اور نافذ ہو اسے نافذ فرمانے کا مطلب؟

(۲) دوسرا فریق اس مسئلہ کو سنت تو نہیں البتہ حضرت عمرؓ کا درست اجتہاد تسلیم کرتا ہے اس کا کہنا ہے کہ آیت اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ کا ظاہری مفہوم اگرچہ وقفوں سے طلاق

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دینا ہی ہے تاہم یکبارگی تین طلاق دینے اور ان کے واقع ہونے کی بھی گنجائش موجود ہے۔ اس فریق کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ پر امت کا اجماع ہو گیا تھا۔ لہٰذا اب مزید اجتہاد و اختلاف کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

یہی وہ امور ہیں جن کا ہم آگے چل کر نہایت تفصیل سے جائزہ پیش کر رہے ہیں کہ ان حضرات کا یہ نظریہ اور یہ دعویٰ کہاں تک درست ہے۔

(۳) تیسرا گروہ آپ کے اس فیصلہ کو سیاسی، تعزیری اور وقتی سمجھتا ہے۔ جسے آج کی زبان میں آرڈیننس کہتے ہیں۔ یعنی حضرت عمرؓ نے حالات کے تقاضا کے تحت ایک سر اٹھانے والی برائی کی روک تھام کے لئے ایسے لوگوں سے خدا کی دی ہوئی سہولت کو بطور تعزیر چھین لیا تھا اور اکثر صحابہ نے اس سلسلہ میں آپ سے تعاون کے طور پر آپ کے اس فیصلہ کو قبول کر لیا جیسا کہ ابن رشد قرطبی اپنی کتاب بدایۃ المجتہد میں رقم طراز ہیں کہ:۔

وَكَانَ الْجُمْهُوْرُ غَلَبُوْا حُكْمَ التَّغْلِيْظِ فِي الطَّلَاقِ سَدًّا لِلذَّرِيْعَةِ وَلٰكِنْ تَبْطُلُ بِذٰلِكَ الرُّخْصَةُ الشَّرْعِيَّةُ وَالرِّفْقُ الْمَقْصُوْدُ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى: لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ أَمْرًا

(بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۶۶، مطبوعہ مصر، بحوالہ مقالات ص ۱۹۵)

جمہور نے سد ذریعہ کے طور پر تین طلاق کو مغلظہ مان لیا ہے حالانکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی وہ رحمت و شفقت اور رخصت ختم ہو جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس قول لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ أَمْرًا میں ہے۔

اس طبقہ کے کچھ وسیع النظر علماء اپنے سابقہ موقف میں زمانہ کے تقاضوں کے تحت لچک پیدا کرنے کے خواہش مند نظر آتے ہیں۔ جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

(۴) چوتھا گروہ وہ ہے جو آپ کے اس اجتہاد کو (اگر یہ اجتہاد تھا۔ تو) درست نہیں سمجھتا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ نص کی موجودگی میں اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ جب صحیح روایات سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ دور نبوی، صدیقی اور فاروقی کے ابتدائی دو تین سالوں تک کا تعامل امت یہی رہا کہ تین طلاق کو تین نہیں بلکہ ایک ہی شمار کیا جاتا تھا۔ تو پھر کسی آیت یا روایت سے یک مجلس کی تین طلاق کے تین ہی واقع ہونے کے معنی نکالنا درست نہیں۔

اس گروہ میں وہ تمام لوگ شامل ہیں جو تطلیق ثلاثہ میں تین کے وقوع کے قائل نہیں۔ یہ لوگ آپ کے اس فیصلہ کو اجتہادی غلطی قرار دینے کے بجائے یہ کہنا بہتر سمجھتے ہیں کہ آپ کا یہ فیصلہ سیاسی اور تعزیری تھا۔ یہ گروہ دور فاروقی سے لے کر آج تک بلا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انقطاع زمانہ موجود چلا آ رہا ہے۔ چنانچہ موجودہ دور کے ایک نامور مولف محمد حسین ہیکل نے اپنی تالیف "الفاروق عمرؓ" میں اس مسئلہ پر مفصل بحث کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:۔

"حضرت عمرؓ نے کتاب اللہ کے نص میں اجتہاد کیا تھا۔ جس کی آج ہم مخالفت کرتے ہیں۔ کیونکہ نص قرآنی کا مقصود یہ ہے کہ طلاق بالفعل ایک دفعہ کے بعد دوسری دفعہ دینے پر واقع ہو اور شوہر کے لئے دو دفعہ رجوع کا موقع باقی رہے کیونکہ اس کے اثرات زندگی پر گہرے مرتب ہوتے ہیں۔ اس لئے جب کوئی شخص اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ تین طلاقیں ہیں تو ایک ہی طلاق واقع ہو گی کیونکہ طلاق ایک فعل ہے جسے واقع ہونا ہے۔ نہ کہ قول جسے زبان سے ادا کرنا ہے۔" (مقالات ص ۶۵)

(۵) اور پانچواں گروہ وہ ہے جو تطلیق ثلاثہ کے قائلین اور مخالفین دونوں کو درست قرار دیتے ہوئے درمیانی راہ اختیار کرتے ہیں جیسا کہ مصر کی مطبوعہ کتاب "کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ" کا مصنف عبدالرحمٰن الجزیری رقم طراز ہے کہ:۔

(ترجمہ) لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس پر (یعنی تطلیق ثلاثہ کے وقوع پر) اجماع ثابت نہیں ہے۔ چنانچہ بہت سے مسلمانوں نے اس کی مخالفت کی ہے۔ حضرت ابن عباس بلا شبہ مجتہدین میں سے تھے جن پر دین کے معاملہ میں پورا اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا آپ کی تقلید کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اور حضرت عمرؓ کی ان کی رائے کے معاملہ میں تقلید کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ آپ بھی مجتہد ہی تھے۔ رہا اکثریت کا آپ سے اتفاق کرنا تو اس سے آپ کی تقلید لازم نہیں آتی۔ ممکن ہے آپ نے لوگوں کی تعزیر کی غرض سے اسے نافذ کیا ہو جبکہ لوگ خلاف سنت طریقہ پر طلاق دے رہے تھے۔ کیونکہ سنت یہی ہے کہ مختلف اوقات میں طلاق دی جائے اور جو شخص سنت کے خلاف کرتا ہے تو اس کا تقاضا ہے کہ اس کے ساتھ زجر کا معاملہ کیا جائے مختصر یہ کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ تین طلاقیں بلفظ واحد ایک واقع ہوتی ہے انہیں ان کا تین کہنا معقولیت پر مبنی ہے۔ کیونکہ عہد رسالت، دور صدیقی اور فاروقی کے ابتدائی دو برسوں تک ایک ہی طلاق واقع ہوئی تھی۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے جو اجتہاد کیا اس کی دوسروں نے مخالفت کی۔ لہٰذا مخالفت کرنے والوں کی تقلید بھی اسی طرح درست ہے جس طرح حضرت عمرؓ کی تقلید درست ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فروعی اعمال میں کرید کر یقینی صورت معلوم کرنے کا ہمیں مکلف نہیں بنایا ہے کیونکہ ایسا کرنا عملاً ممکن نہیں ہے۔" (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ص ۳۴۳۔۳۴۴ بحوالہ مقالات ص ۶۶)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ قرآنی آیت سے قاری عبدالحفیظ صاحب کا استدلال

فائے تعقیب اور ثم کی بحث

قاری صاحب موصوف فرماتے ہیں۔

"جمہور اپنے اس دعویٰ میں (یعنی ایک مجلس کی تین طلاق کے وقوع میں) قرآن پاک کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ:۔

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ..... اس سے متصل پہلی ایت میں اللہ تعالیٰ نے دو طلاقوں کا ذکر کیا ہے **اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ** اس کے فوراً" بعد **فَإِنْ طَلَّقَهَا** والی آیت ہے یعنی طلاقیں" تو دو ہی ہیں لیکن اگر کسی شخص نے دو طلاقیں دینے کے بعد فوراً" بعد نادانی کی بناء پر تیسری طلاق بھی دے دی تو پھر اس کی بیوی اس کے لئے حلال نہیں رہے گی جب تک کہ یہ عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حرف فا کو استعمال کیا ہے جو کہ تعقیب مع الوصل کے لئے آتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر دو طلاقیں دینے کے فوراً" بعد اسی مجلس میں تیسری بھی دے دی و تیسری طلاق بھی واقع ہو جائے گی اور اب اس کے لئے بیوی حلال نہیں۔ یہاں پر اگر حرف ثمّ ہوتا' جو مہلت اور تراخی کے لئے آتا ہے' پھر معنی یہ بنتے کہ ایک طہر میں ایک طلاق۔ دوسرے طہر میں دوسری اور تیسرے طہر میں تیسری طلاق۔ اس صورت میں ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں ایک ہی واقع ہوتیں۔ مگر یہاں ایسا نہیں ہے۔" (منہاج مذکورہ ص ۳۰۲)

مندرجہ بالا اقتباس میں قاری صاحب موصوف کی دلیل کا سارا انحصار اس بات پر ہے کہ حرف فا "تعقیب مع الوصل" کے لئے آتا ہے۔ ہمیں اس کلیہ سے ہی اتفاق نہیں ہے کہ ہر ہر مقام پر فا تعقیب مع الوصل کے لئے ہی آتا ہو۔ درج ذیل آیات پر غور فرما کر بتلائیے کہ یہاں فا کا حرف تعقیب مع الوصل کے لئے ہی استعمال ہوا ہے؟

(۱) قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ (۳، ۳۱)

(۲) وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴿٤﴾ فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا (۹۴، ۵)

(۳) فَلَمَّا جَاءَهُم مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ ۚ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ (۲، ۸۹)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاری صاحب کے بیان میں حقیقت صرف اتنی ہے کہ حرفِ فا کے چھ مختلف استعمالات میں سے ایک استعمال بطور تعقیب مع الوصل بھی ہے اور وہ چھ استعمال یہ ہیں۔ ترتیب' "تعقیب (مع الوصل)" سبب' شرط' رابطہ اور زائدہ۔ اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ آیت زیر بحث میں حرف فا تعقیب مع الوصل کے طور پر ہی استعمال ہوا ہے یا کسی اور غرض کے لئے؟ اس مقصد کے لئے ہم اس سے پہلی آیت کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جس کی طرف قاری صاحب نے بھی توجہ دلائی ہے اور وہ آیت یوں ہے۔

(ترجمہ) طلاق دو بار ہے۔ پھر یا تو ان کو شائستہ طور پر اپنے نکاح میں رکھا جائے یا بھلائی کے ساتھ رخصت کر دیا جائے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پھر اگر خاوند (بیوی کو) تیسری بار طلاق دے دے تو اس کے بعد جب تک عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کر لے' پہلے خاوند کے لئے حلال نہ ہو گی۔

اب دیکھیے آیت مذکورہ میں فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ کے الفاظ پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ تین تو درکنار دو طلاقیں بھی بیک وقت دینا اس آیت کے صریح مفہوم کے خلاف ہے۔ إِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ کا تعلق پہلی طلاق کے بعد بھی ہے اور دوسری کے بعد بھی۔ اندریں صورت جو تیسری طلاق کے وقت لفظ فاء استعمال ہوا ہے وہ تعقیب مع الوصل کے لیے کیونکر ہو سکتا ہے' بالخصوص اس صورت میں کہ درمیان میں خلع کے احکام بھی بیان کئے جارہے ہیں؟ لہٰذا ہمارے خیال میں اگر فا کو تعقیب مع الوصل کیلئے قرار دینا ہی ہے تو کیوں نہ فَإِمْسَاكٌ کی فا کو ایسا قرار دیا جائے جو اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ کے ساتھ ہی واقع ہے۔ اتنی دور جاکر فَإِنْ طَلَّقَهَا کی فا کو تعقیب مع الوصل قرار دینے کی کوئی تک نظر نہیں آتی۔

قاری صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ "اگر فا کے بجائے ثُمَّ کا لفظ آتا تو پھر یہ معنی بنتے کہ ایک طہر میں ایک طلاق' دوسرے میں دوسری اور تیسرے میں تیسری طلاق۔ اس صورت میں ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں ایک ہی واقع ہوتیں۔ مگر یہاں ایسا نہیں ہے" (منہاج ص ۳۰۳)

گویا قاری صاحب موصوف کے نزدیک قرآن کی آیت کے مطابق طلاق دینے کی یہ شکل بالکل درست ہے کہ یک لخت تین طلاقیں دے کر انہیں تین ہی شمار کر لیا جائے کیونکہ حرف فا کا یہی تقاضا ہے اور یہ جو طلاق دینے کا شرعی طریقہ مشہور ہے کہ ایک طہر میں ایک طلاق دی جائے دوسرے میں دوسری' تیسرے میں تیسری۔ تو طلاق کی یہ شکل قرآن کی آیت کی رو سے درست نہیں' کیونکہ ایسی صورت تو ثُمَّ کے لفظ کا تقاضا تھا جو یہاں استعمال نہیں ہوا۔ اب ہم یہ بتلائیں گے کہ قاری صاحب اپنی بات کی پچ میں آکر اپنے ہی مسلک کے خلاف کیا کچھ باتیں فرماگئے ہیں جس کے لئے ہمیں طلاق کی مختلف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شکلوں پر نگاہ ڈالنا ہوگی۔

طلاق کی مختلف شکلیں اور ان کے احکام

طلاق کی مختلف صورتوں کی وضاحت کے لیے چونکہ عدت کا تعین ضروری ہے لہٰذا پہلے عدت کے مسائل و احکام کی وضاحت کی جاتی ہے اور وہ درج ذیل ہے۔

عدت کے مسائل و احکام :۔(۱) بیوہ غیر حاملہ کی عدت چار ماہ دس دن ہے(۲/۲۳۴)
(۲) بیوہ حاملہ کی عدت وضع حمل تک ہے۔ سُبیعہ اسلمیہ کے ہاں خاوند کی وفات کے تقریباً ایک ماہ بعد (مختلف روایات میں یہ مدت ۲۰ دن سے ۴۰ دن تک ہے) بچہ پیدا ہوا تو رسول اللہؐ نے اسے اگلے نکاح کی اجازت دے دی۔(بخاری 'کتاب الطلاق)
(۳) غیر مدخولہ عورت خواہ وہ بیوہ ہو یا مطلقہ 'اس کی کوئی عدت نہیں۔۱ (۳۳/۴۹)
(۴) بے حیض عورت' خواہ ابھی حیض ہونا شروع ہی نہ ہوا ہو یا بڑھاپے یا بیماری کی وجہ سے آنا بند ہو چکا ہو 'کی عدت تین ماہ قمری ہے (۶۵/۴)
(۵) مطلقہ حاملہ کی عدت وضع حمل تک ہے (۶۵/۴)
(۶) حیض والی غیر حاملہ کی عدت تین قروء ہے (۲/۲۲۸) قرء بمعنی حیض بھی اور طہر بھی۔ احناف اس سے تین حیض مراد لیتے ہیں۔ جبکہ شوافع اور مالکیہ تین طہر مراد لیتے ہیں۔ اس فرق کو درج ذیل مثال سے سمجھئے کہ :۔

طلاق دینے کا صحیح طریق یہ ہے کہ عورت جب حیض سے فارغ ہو تو اسے طہر کے شروع میں ہی بغیر مقاربت کئے طلاق دی جائے۔ اور پوری مدت گزر جانے دی جائے۔ عدت کے بعد عورت بائن ہو جائے گی۔ اب فرض کیجئے کہ ایک عورت ہندہ نامی کو ہر قمری مہینہ کی ابتدائی تین دن ماہواری آتی ہے اس کے خاوند نے اسے حیض سے فراغت کے بعد ۴ محرم کو طلاق دے دی۔ تو احناف کے نزدیک اس کی عدت تین حیض یعنی ۳ ربیع الثانی کی شام جب وہ حیض سے فارغ ہو جائے گی تو اس کی عدت ختم ہوگی۔ جبکہ شوافع اور مالکیہ کے نزدیک تیسرا حیض شروع ہونے تک اس کے تین طہر پورے ہو چکے ہوں گے۔ یعنی یکم ربیع الثانی صبح حیض شروع ہونے پر اس کی عدت ختم ہوگی۔

عدت کا مقصد: عدت کے ٹھیک ٹھیک شمار کرنے پر قرآن کریم نے خاصا زور دیا ہے ارشاد باری ہے :۔

۱۔ اس عورت کا اگر مہر مقرر ہوا ہو تو نصف مہر خاوند کو ادا کرنا ہوگا۔اور اگر حق مہر مقرر نہ ہوا ہو تو حسب استطاعت کچھ نہ کچھ دینا ضرور چاہیے (۲/۲۳۶-۲۳۷)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ

اے نبیؐ (مسلمانوں سے کہہ دو کہ) جب تم عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے لئے طلاق دو اور اس عدت کی مدت کو گنتے رہو۔

عدت کا شمار اس لئے اہم ہے کہ اس دوران اس سے نکاح نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ اس کو واضح الفاظ میں منگنی کا پیغام بھی نہیں دیا جا سکتا۔

کوئی عورت عدت کے اندر اندر نکاح کرے تو وہ نکاح باطل ہو گا۔

عدت کا مقصد تحفظ نسب اور میراث کے تنازعات کو ختم کرنا ہے۔ عدت کے اندر اندر یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ حاملہ ہے یا نہیں، اگر حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل تک ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ جس عورت سے صحبت سے پہلے ہی اسے طلاق ہو جائے اس کی کچھ عدت نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں نہ نسب کے اختلاف کا کوئی امکان ہے نہ وراثت کا تنازعہ کا۔

خاوند کا حق رجوع

عدت کا عرصہ عورت کو اپنے خاوند کے ہاں گزارنے کا حکم ہے۔ کیونکہ اس دوران وہ خاوند کی زوجیت میں ہوتی ہے۔ اور عدت کے دوران خاوند کسی وقت بھی رجوع کرنے کا حق رکھتا ہے۔ اور اس رجوع میں وہ اپنی عورت کی مرضی کا پابند نہیں ہے۔ نکاح کے وقت عورت کی رضامندی ضروری ہے۔ مگر رجوع کے لئے عورت کی رضامندی ضروری نہیں ہے ارشاد باری ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ

اے ایمان والو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کر کے انہیں ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو تو ان عورتوں پر تمہارے لئے کچھ عدت نہیں جسے تم پوری کراؤ۔

اس آیت سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ مطلقہ اور بیوہ عورتوں کا عدت گزارنا دراصل مردوں کے حقوق کی نگہداشت کے لئے ہوتا ہے تاکہ

(i) اگر وہ چاہیں تو عدت کے دوران کسی وقت بھی رجوع کر سکیں

(ii) ان کے نسب میں کسی قسم کے اشتباہ کی گنجائش نہ رہے اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(iii) وراثت کے مسائل میں الجھاؤ پیدا نہ ہو
لہٰذا عدت کے دوران مطلقہ عورت کا سکنی اور نفقہ طلاق دہندہ پر اور وفات کی صورت میں مرد کے لواحقین پر لازم قرار دیا گیا۔

طلاق کی شرائط

اس سلسلہ میں بخاری کی درج ذیل حدیث ملاحظہ فرمائیے:۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا ثُمَّ يُمْسِكْهَا حَتَّى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيضَ ثُمَّ تَطْهُرَ ثُمَّ إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ بَعْدُ وَإِنْ شَاءَ طَلَّقَ قَبْلَ أَنْ يَمَسَّ فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِي أَمَرَ اللهُ أَنْ تُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ (بخاری، کتاب الطلاق)

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زمانہ میں اپنی بیوی (آمنہ بنت غفار) کو حالت حیض میں طلاق دے دی۔ حضرت عمرؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپؐ نے فرمایا "عبداللہ کو حکم دو کہ رجوع کر لے اور حیض سے پاک ہونے تک اپنے پاس رہنے دے پھر اس کو حیض آنے دے پھر جب حیض سے پاک ہو تو اب چاہے تو اپنے پاس رکھے اور چاہے تو صحبت سے پہلے اسے طلاق دے دے اور یہی مطلب ہے اللہ کے اس قول کا کہ عورتوں کو ان کی عدت کے لئے طلاق دو۔

اس حدیث سے درج ذیل باتوں کا پتہ چلتا ہے:۔

(ا) حیض کی حالت میں طلاق دینے پر آپ نے رجوع کا حکم فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حیض کی حالت میں طلاق دینا خلاف سنت اور حرام ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اگرچہ حیض کی حالت میں طلاق دینا خلاف سنت اور حرام ہے تاہم طلاق واقع ہو جاتی ہے ورنہ رجوع کے حکم کا کچھ مطلب نہیں نکلتا۔

ا۔ اس طرح فقہا یہ قیاس فرماتے ہیں کہ اگرچہ بیک مجلس تین طلاق دینی خلاف سنت اور حرام ہے تاہم تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ قیاس کی حد تک تو ان کی بات درست معلوم ہوتی ہے مگر اس نص کی موجودگی میں کہ دور نبوی اور صدیقی اور فاروقی کے ابتدائی دو تین سالوں تک ایک مجلس کی تین طلاق ایک ہی شمار ہوتی تھی اس قیاس کے چنداں وقعت باقی نہیں رہتی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲) طلاق طہر کی حالت میں اسے دینا چاہیے۔ جس میں صحبت نہ کی گئی ہو ۲۔ اور بہتر یہی ہے کہ طہر کے ابتدا ہی میں طلاق دی جائے۔

(۳) آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو طلاق کا جو طریقہ بتلایا وہ یہی ہے کہ صرف ایک طلاق ہی دیکر عدت گزرنے دی جائے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد وَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ کا یہی مطلب ہے۔

اب فرض کیجئے کہ عبداللہ بن عمرؓ کی اہلیہ یکم محرم سے تین محرم تک حائضہ رہتی تھیں۔ اور حضرت عبداللہ نے دو محرم کو طلاق دے دی۔ رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اہلیہ کو اپنے پاس روک رکھیں اور رجوع کریں۔ یہ رجوع ۴ محرم سے آخر محرم تک والے طہر میں ہی ممکن تھا۔ اور رجوع کی وجہ سے اس طہر میں طلاق نہیں دی جا سکتی تھی۔ اب دوسری طلاق کا موقعہ ۴ صفر کو حیض کے بعد اور مقاربت سے پہلے ہی ممکن تھا۔ ۴ صفر کو دی ہوئی رجعی طلاق کی عدت تین قروء گزرنے کے بعد ہی ایک طلاق بائن ہو جاتی ہے۔ طلاق کا مسنون طریقہ یہی ہے اور اس طریقے کے دو فائدے ہیں پہلا یہ کہ عدت کے آخری وقت تک رجوع کا حق باقی رہتا ہے اور دوسرے یہ کہ اگر بعد میں بھی فریقین رضامند ہوں تو تجدید نکاح کی گنجائش باقی رہتی ہے۔

احناف کے ہاں طلاق کی اقسام

احناف کے ہاں طلاق کی تین اقسام ہیں (۱) احسن (۲) حسن (۳) بدعی (ہدایہ اولین۔ کتاب الطلاق۔ باب طلاق السنۃ)

(۱) احسن تو یہ صورت ہے جسے ہم پہلے طلاق کی صحیح اور مسنون صورت کے تحت درج کر چکے ہیں یعنی ایک ہی طلاق دے کر عدت گزر جانے دینا۔ صحابہ کرام اسی طریق طلاق کو پسند فرماتے تھے (ابن ابی شیبہ بحوالہ تفہیم القرآن ج ۵ ص ۵۵۷)

(۲) حسن۔ طلاق حسن یہ ہے کہ ہر طہر میں مقاربت کئے بغیر ایک طلاق دے۔ یعنی ایک طہر میں پہلی، دوسرے میں دوسری اور تیسرے میں تیسری۔ اس صورت میں:۔

(i) رجوع کا حق صرف پہلے دو "طہروں میں رہتا ہے، تیسری طلاق دیتے ہی حق

۱۔ غیر مدخولہ عورت کو طہر اور حیض دونوں حالتوں میں طلاق دی جا سکتی ہے۔

۲۔ بے حیض عورت کے مباشرت کے بعد بھی طلاق دی جا سکتی ہے اسی طرح حاملہ عورت کو بھی مباشرت کے بعد طلاق دی جا سکتی ہے کیونکہ ان تینوں صورتوں میں عدت کا کوئی مقصد مجروح یا مشکوک نہیں ہوتا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رجوع باقی نہیں رہتا۔ حالانکہ عدت ابھی تقریباً" ایک ماہ باقی رہتی ہے۔
(ii) آئندہ جب تک عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے۔ پھر وہ دوسرا خاوند یا تو مرجائے یا اپنی مرضی سے بغیر کسی سازش یا دباؤ کے طلاق دے دے۔ زوجین کے باہمی نکاح کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی۔

اس قسم کی طلاق کو عموماً" شرعی طریقہ سمجھا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ پیر کرم شاہ صاحب ازہر نے فرمایا:۔

اللہ تعالیٰ نے طلاق دینے کا جو طریقہ بتلایا ہے وہ یہی ہے کہ ایک ایک طلاق ہر طہر میں دی جائے۔ " اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ....... الخ" (مقالات ص ۲۲۹)

ہم حیران ہیں کہ جو طریقہ خود اللہ تعالیٰ بتلائیں وہ تو حسن ہو اور احسن طریق اس کے بجائے کچھ اور ہو۔ یہ بات ہماری سمجھ سے باہر ہے۔

مولانا مودودی مرحوم جو غالباً" حنفی ہونے کے ناطے سے ایک مجلس کی تین طلاق ہی واقع ہونے کے شدت سے قائل نظر آتے ہیں۔ انہوں نے بھی اس طریق طلاق کو یہ تبصرہ فرمایا کہ " اس صورت میں تین طہروں میں تین طلاق دینا بھی سنت کے خلاف نہیں ہے۔" (تفہیم القرآن ج ۵ ص ۵۵۷) اور ما کیہ ایسی طلاق کو بدعی مکروہ کا نام دیتے ہیں (تفہیم القرآن: ایضاً")

میری معلومات کے مطابق تین طہروں میں تین طلاقیں پوری کرنے کا طریقہ طلاق کسی مرفوع حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ البتہ ابوداؤد میں جو حدیث رکانہ مذکور ہے اس کے آخر میں یہ ذکر ضرور آتا ہے کہ حضرت ابن عباس یہ رائے رکھتے تھے کہ تین طہروں میں طلاقیں دی جائیں۔ اس حدیث کے راوی بھی حضرت ابن عباس ہی ہیں جو فرماتے ہیں کہ رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے ڈالیں تو وہ آپؐ کے پاس گئی۔ آپؐ نے رکانہ کو بلا کر پوچھا طلاق کیسے دی؟ اس نے کہا تینوں طلاقیں۔ آپؐ نے پوچھا" ایک ہی مجلس میں ؟"۔اس نے کہا "ہاں" آپؐ نے فرمایا"تو یہ ایک ہی ہوئی اگر چاہو تو رجوع کر لو" اسی حدیث کے آخر میں حضرت ابن عباسؓ کی یہ رائے مذکور ہے (یہ حدیث آگے تفصیل کے ساتھ زیر بحث آئے گی)

(۳) بدعی طلاق بدعی یہ ہے کہ کوئی شخص (i) بیک وقت تین طلاق دے دے (ii) یا ایک طہر کے اندر الگ الگ اوقات میں تین طلاق دے یا (iii) حالت حیض میں طلاق دے یا (iv) ایسے طہر میں طلاق دے جس میں وہ مباشرت کر چکا ہو۔ ان میں سے جو فعل بھی کرے گا گنہگار ہوگا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام مالک کے ہاں طلاق کی اقسام

امام مالک کے نزدیک طلاق کی تین قسمیں ہیں (۱) طلاق السنہ (۲) بدعی مکروہ (۳) بدعی حرام۔

(۱) جس طریق طلاق کو احناف احسن کا نام دیتے ہیں مالکیہ اسی کو طلاق السنہ کہتے ہیں۔

(۲) بدعی مکروہ کی شکلیں یہ ہیں (i) ایسے طہر میں طلاق دینا جس میں مباشرت کر چکا ہو (ii) ایک طہر میں ایک سے زیادہ طلاقیں دے (iii) عدت کے اندر الگ الگ طہروں میں تین طلاقیں دی جائیں۔ یعنی وہ طلاق جسے احناف حسن کا نام دیتے ہیں۔ (iv) بیک وقت تین طلاقیں دے ڈالی جائیں۔

(۳) بدعی حرام یہ ہے کہ حالت حیض میں طلاق دی جائے۔

امام احمد بن حنبل

کے ہاں طلاق کا صحیح طریقہ وہی ہے جسے احناف احسن اور مالکیہ طلاق السنہ کہتے ہیں۔ باقی سب شکلیں بدعت اور حرام ہیں ان کے ہاں بھی تین طہروں میں تین طلاق دینا بدعت اور حرام ہے (تفہیم القرآن ج ۵ ص ۵۵۸)

امام شافعی

(i) تین طہر میں تین طلاق (ii) الگ طہر میں تین طلاق۔ یا (iii) بیک وقت تین طلاق کسی کو بھی خلاف سنت نہیں سمجھتے ان کے ہاں خاموش کی صورتیں یہ ہیں (i) حیض کی حالت میں طلاق دینا اور (ii) ایسے طہر میں طلاق دینا جس میں مباشرت کر چکا ہو۔

قاری صاحب کے نزدیک طلاق کی صورت

عدت کے ان احکام و مسائل کی تفصیل کے بعد اب ہم قاری عبدالحفیظ صاحب سے مخاطب ہوتے ہیں جن کے نزدیک قرآن کی ایک آیت ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ.... فَإِنْ طَلَّقَهَا﴾ سے طلاق کی وہ قسم ثابت ہوتی ہے جس کو احناف کے علاوہ مالکیہ اور حنابلہ بھی بدعی طلاق سمجھتے ہیں

(ii) اگر واو کی بجائے ثُمَّ ہوتا تو طلاق کی وہ قسم ثابت ہوتی جسے احناف تو حسن کہتے ہیں اور موالک بدعی مکروہ۔

(iii) اور احسن طلاق کا قرآن میں اشارہ تک نہیں ملتا وہ طریقہ وہ ہے جسے احناف تو احسن کہتے ہیں اور باقی ائمہ بھی اسے سنت کے مطابق طلاق سمجھتے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یکبارگی تین طلاق کی کراہت و حرمت کے قرآنی دلائل

اگرچہ یہ بات متنازعہ فیہ نہیں ہے کہ یکبارگی تین طلاق دے دینا بدعت' حرام اور کار معصیت ہے۔ تاہم اس مسئلہ کو کتاب و سنت سے واضح کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی ہے کہ ہمارے علمائے احناف بجائے اس کے اس کار معصیت کی حوصلہ شکنی کریں۔ یکبارگی تین طلاق کے وقوع کو ثابت کرنے کے شوق میں اس کی بھرپور حوصلہ افزائی فرما رہے ہیں ۔ لہذا ہم یہاں ایسے دلائل پیش کریں گے جن سے یہ ثابت ہو کہ اگر ایک سے زیادہ طلاقوں کا موقع بن جائے تو بھی طلاقیں متفرق طور پر ہی دینا چاہیں اور ان کے درمیان وقفہ انتہائی ضروری ہے۔

پہلی دلیل: طلاقوں کے درمیان وقفہ

اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ کے فوراً بعد فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ کے الفاظ اس بات کی بیّن دلیل ہیں کہ طلاقیں متفرق طور پر ہوں اور ان کے درمیان وقفہ بھی ضروری ہے۔

مقام حیرت ہے کہ علمائے احناف کو جب شوافع کی مخالفت مقصود ہوتی ہے (جو بیک وقت تین طلاق کو سنت کے خلاف نہیں سمجھتے) تو یہ حضرات تین طلاقوں میں وقفہ قرآن کی صراحت کے مطابق ضروری ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور صرف کر دیتے ہیں ۔ اور یکبارگی تین طلاق کو حرام اور کار معصیت قرار دیتے ہیں۔ مگر جب ان کے وقوع کا مسئلہ سامنے آتا ہے تو فاء تعقیب اور ثم کے استعمال کا فرق بتلا کر بیک وقت تین طلاق کی حوصلہ افزائی بھی فرماتے جاتے ہیں۔ جن نامور علمائے احناف نے طلاقوں کے درمیان وقفہ کو ضروری قرار دیا ہے ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں۔

(۱) ابوبکر جصاص احکام القرآن (ج ۱ ص ۳۸۰) زیر آیت الطلاق مرتان بحوالہ مقالات ص ۱۰۷
(۲) زمخشری تفسیر کشاف " " " " " "
(۳) شیخ محمد تھانوی استاد مولانا اشرف علی تھانوی حاشیہ نسائی (ج ۲ ص ۲۹) بحوالہ مقالات ص ۸۷'۱۰۸
(۴) مولانا سندھی " " (مطبع انصاری دہلی) " " "
(۵) ابوالبرکات عبداللہ احمد نسفی مدارک التنزیل (ج ۲ ص ۱۷۷) " " ص ۸۸
(۶) مولانا عبدالحق صاحب اکلیل علی مدارک التنزیل " " " " "
(۷) علامہ انور صاحب کاشمیری فیض الباری (ج ۴ ص ۳۸)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۸) قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری زیر آیت طلاق مرتان

دوسری دلیل : آیت مذکورہ کا شان نزول

اگر ہم آیت محولہ بالا کے پس منظر یا شان نزول پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ دور جاہلیت میں طلاق کی تعداد کا کچھ شمار ہی نہ تھا اور ہر طلاق کے بعد مرد کو عدت کے دوران رجوع کا حق حاصل تھا۔ اس طرح مرد حضرات مظلوم عورت کو خاصا پریشان اور تنگ کرتے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے ذریعہ مردوں کے حق رجوع کو دو تک محدود کر دیا تاہم بالکل ختم نہیں کیا۔ اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ طلاقوں کے درمیان وقفہ ہو۔ شان نزول سے متعلق درج ذیل دو احادیث ملاحظہ فرمایئے:

عَنْ عُرْوَةَ الزُّبَيْرِ اَنَّهُ قَالَ ، كَانَ الرَّجُلُ إِذَا طَلَّقَ امْرَاَتَهُ ثُمَّ ارْتَجَعَهَا قَبْلَ اَنْ تَنْقَضِيَ عِدَّتُهَا كَانَ ذٰلِكَ لَهُ وَاِنْ طَلَّقَهَا اَلْفَ مَرَّةٍ فَعَمَدَ رَجُلٌ اِلٰى اِمْرَاَتِهِ فَطَلَّقَهَا حَتّٰى اِذَا قَارَبَتِ انْقِضَاءَ عِدَّتِهَا ارْتَجَعَهَا ثُمَّ طَلَّقَهَا ثُمَّ قَالَ ، وَاللّٰهِ لَا اٰوِيْكِ اِلَيَّ وَلَا تَحِلِّيْنَ اَبَدًا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ فَاسْتَقْبَلَ النَّاسُ الطَّلَاقَ جَدِيْدًا مِنْ يَوْمَئِذٍ مَنْ كَانَ طَلَّقَ مِنْهُمْ اَوْ لَمْ يُطَلِّقْ

عروہ بن زبیر کہتے ہیں۔ پہلے یہ دستور تھا کہ مرد اپنی عورت کو طلاق دیتا۔ جب عدت پوری ہونے لگتی رجعت کر لیتا۔ وہ ایسا ہی کرتا اگرچہ ہزار مرتبہ طلاق دے۔ ایک شخص نے اپنی عورت کے ساتھ ایسا ہی کیا۔ اس کو طلاق دی۔ جب عدت گزرنے لگی رجعت کر لی۔ پھر طلاق دے دی اور کہا "خدا کی قسم! نہ تو میں تجھے اپنے ہاں جگہ دوں گا اور نہ ہی کسی سے ملنے دوں گا۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ طلاق (رجعی صرف) دوبار پھر یا تو پہلے طور پر اسے اپنے ہاں رکھو یا پھر اسے اچھے طریقے سے رخصت کر دو۔ اس دن سے لوگوں نے از سر نو طلاق شروع کی جنہوں نے طلاق دی تھی انہوں نے بھی اور جنہوں نے نہ دی تھی انہوں نے بھی۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ ، كَانَ النَّاسُ وَالرَّجُلُ يُطَلِّقُ امْرَاَتَهُ مَا شَاءَ اَنْ يُطَلِّقَهَا وَهِيَ اِمْرَاَتُهُ اِذَا ارْتَجَعَهَا وَهِيَ فِي الْعِدَّةِ وَاِنْ طَلَّقَهَا مِائَةَ مَرَّةٍ اَوْ اَكْثَرَ حَتّٰى قَالَ رَجُلٌ لِاِمْرَاَتِهِ وَاللّٰهِ لَا اُطَلِّقُكِ وَلَا اٰوِيْكِ اَبَدًا قَالَتْ فَكَيْفَ ؟ قَالَ اُطَلِّقُكِ فَكُلَّمَا هَمَّتْ عِدَّتُكِ اَنْ تَنْقَضِيَ رَاجَعْتُكِ فَذَهَبَتِ امْرَاَةٌ حَتّٰى دَخَلَتْ عَلٰى عَائِشَةَ فَاَخْبَرَتْهَا فَسَكَتَتْ عَائِشَةُ حَتّٰى جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَتْهُ فَسَكَتَ النَّبِيُّ حَتّٰى نَزَلَ الْقُرْاٰنُ : اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ ۔ قَالَتْ عَائِشَةُ فَاسْتَاْنَفَ النَّاسُ الطَّلَاقَ مُسْتَقْبَلًا مَنْ كَانَ طَلَّقَ وَمَنْ لَمْ يَكُنْ طَلَّقَ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرد جتنی بھی طلاقیں چاہتا اپنی عورت کو دیئے جاتا اور عدت کے اندر پھر رجوع کر لیتا۔ اگرچہ وہ مرد سو بار یا اس سے بھی زیادہ طلاقیں دیتا جائے یہاں تک کہ ایک (انصاری) مرد نے اپنی بیوی سے کہا: اللہ کی قسم! میں نہ تو تجھے طلاق دوں گا کہ تو مجھ سے جدا ہو سکے اور نہ ہی تجھے بساؤں گا۔ اس "عورت نے پوچھا وہ کیسے؟ کہنے لگا' میں تجھے طلاق دوں گا تو جب تیری عدت گزرنے کے قریب ہوگی تو رجوع کر لوں گا وہ عورت یہ سن کر حضرت عائشہؓ کے پاس گئی اور اپنا یہ دکھڑا سنایا۔ حضرت عائشہؓ خاموش رہیں تاآنکہ رسول اللہؐ تشریف لائے۔ حضرت عائشہؓ نے آپ کو یہ ماجرا بتلایا تو آپؐ بھی خاموش رہے حتی کہ قرآن نازل ہوا۔ طلاق صرف دوبار ہے۔ پھر یا تو ان مطلقہ عورتوں کو ٹھیک طور پر اپنے پاس رکھو یا پھر اچھی طرح سے رخصت کردو۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس دن سے لوگوں نے نئے سرے سے طلاق شروع کی جس نے طلاق دی تھی اس نے بھی اور جس نے نہ دی تھی اس نے بھی۔

تیسری دلیل

وَالْمُطَلَّقَٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَٰثَةَ قُرُوٓءٍ ۚ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَن يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ ٱللَّهُ فِىٓ أَرْحَامِهِنَّ إِن كُنَّ يُؤْمِنَّ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ ۚ وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِى ذَٰلِكَ إِنْ أَرَادُوٓا۟ إِصْلَٰحًا ۚ

اور مطلقہ عورتیں تین قروء (حیض یا طہر) تک اپنے تئیں روکے رکھیں ...... اور ان کے خاوند اگر اصلاح چاہیں تو ان کو اپنی زوجیت میں رکھنے کے زیادہ حقدار ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے مطلقہ عورت کی عدت گزرنے کے بعد بھی اپنے پہلے خاوند سے نئے نکاح کے جواز کی صورت پیش فرمائی ہے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ تین طلاقیں اکٹھی نہ دی گئی ہوں یعنی تیسری آخری طلاق سے پہلے ایک یا دو رجعی طلاقوں کے بعد یا پھر اس صورت میں ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک ہی شمار کیا گیا ہو۔

چوتھی دلیل (آیت، ۲ : ۲۳۱)۔

اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی عدت پوری ہونے لگے تو یا تو انہیں بھلائی کے ساتھ اپنے پاس رکھو یا شائستہ طور پر رخصت کردو۔

اس آیت سے بھی یک مجلسی تین طلاق دینا پھر انہیں تین ہی شمار کرلینا منشائے الٰہی کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانچویں دلیل

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِن بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَن يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَٰلِكَ أَمْرًا

اے نبی! (مسلمانوں سے کہہ دو) جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو تو ان کی عدت کے لئے طلاق دو۔۔ تجھے کیا معلوم شاید اللہ اس کے بعد (بہتری یعنی رجوع کی) سبیل پیدا کر دے۔

اب دیکھئے اگر عورت کو ایک دفعہ تین طلاق دے کر پھر انہی تین ہی شمار کر لیا جائے۔ تو بہتری یا رجوع کا کوئی موقعہ باقی رہ جاتا ہے؟ لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَٰلِكَ أَمْرًا کے الفاظ اس بات کے متقاضی ہیں ۔ کہ اگر طلاق دی جائے تو رجعی ہی ہونا چاہیے۔ عدت کا شمار بھی اسی لحاظ سے سودمند ثابت ہو سکتا ہے۔

چھٹی دلیل

فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ

پھر جب مطلقہ عورتیں اپنی میعاد (یعنی انقضائے عدت) کو پہنچ جائیں تو انہیں یا تو ٹھیک طرح اپنی زوجیت میں رکھو یا اچھی طرح سے علیحدہ کرو۔

مندرجہ بالا تمام آیات سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طلاق کے بعد مرد کے حق رجوع کو بحال رکھا ہے اور دور جاہلیت کے لامحدود حق رجوع کو دو بار تک محدود کر دیا ہے۔ کتاب و سنت میں کوئی ایسی نص موجود نہیں جو مرد کے اس حق رجوع کو ساقط قرار دیتی ہو۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص غصے میں آکر یا حماقت کی وجہ سے اکٹھی تین طلاقیں دے بیٹھے تو اس کی شرعی حیثیت کیا ہوگی؟ اس سلسلہ میں ہمیں احادیث سے پوری رہنمائی مل جاتی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسی احادیث جو ایک مجلس کی تین طلاق کے ایک واقع ہونے پر نص قطعی ہیں

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں تک ایسا تھا کہ جب کوئی یک بارگی تین طلاق دیتا تو وہ ایک ہی شمار کی جاتی تھی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا! لوگوں نے اس کام میں جلدی کرنا شروع کیا جس میں انھیں مہلت ملی تھی۔ سو اسے کو اگر ہم نافذ کر دیں تو مناسب ہے۔ پھر انہوں نے جاری کردیا (یعنی قانون نافذ کر دیا کہ یکبارگی کی تین طلاق فی الواقعہ تین ہی شمار ہوں گی)

ابو الصہباء نے حضرت عبداللہ بن عباس سے کہا: کیا آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں اور حضرت عمرؓ کی امارت میں بھی تین سال تک تین طلاقوں کو ایک بنا دیا جاتا تھا؟ تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا "ہاں" ا۔

ابوالصہباء نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا: ایک مسئلہ تو بتایئے۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں تین طلاقیں ایک ہی شمار نہ ہوتی تھیں؟ حضرت عبداللہ بن عباس نے کہا ہاں ایسا ہی تھا۔ پھر جب حضرت عمرؓ کا زمانہ آیا تو لوگ اکٹھی طلاقیں دینے لگے تو حضرت عمرؓ نے انھیں لوگوں پر نافذ کر دیا۔

یہ احادیث اگرچہ تین الگ الگ ہیں مگر مضمون تقریباً ایک ہی جیسا ہے اور ان احادیث سے درج ذیل امور کا پتہ چلتا ہے:۔

(۱) دور نبوی ' صدیقی اور فاروقی کے ابتدائی دو تین سالوں تک اس عرصہ میں بھی لوگ یکبارگی تین طلاق دینے کی بری عادت میں مبتلا تھے۔ اور یہ عادت دورِ جاہلیت سے متواتر

ا۔ نیز دیکھئے نسائی ۔ کتاب الطلاق باب طلاق الثلاث المتفرقہ ۔ ابو داؤد کتاب الطلاق باب بقیۃ نسخ المراجعۃ بعد التطلیقات الثلث

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چلی آرہی تھی۔ جو دور نبوی میں بھی ختم نہ ہوئی تھی۔ چنانچہ دور نبوی میں ایک شخص نے یکبارگی تین طلاقیں دیں تو آپ غصہ کی وجہ سے کھڑے ہو گئے اور فرمایا میری زندگی میں ہی کتاب اللہ سے یوں کھیلا جا رہا ہے؟

(۲) لوگوں کی اس بدعادت پر انہیں زجرو توبیخ تو کی جاتی تھی۔ کیونکہ یہ طریق طلاق کتاب و سنت کے خلاف تھا۔ تاہم ۱۵ھ تک عملاً یکبارگی تین طلاق کو ایک ہی قرار دیا جاتا تھا۔ اور لوگوں کو معصیت اور حماقت کے باوجود ان سے حق رجوع کو سلب نہیں کیا جاتا تھا۔

(۳) حضرت عمرؓ کے یہ الفاظ فَلَوْ اَمْضَيْنَاهُ عَلَيْهِمْ اس بات پر واضح دلیل ہے کہ آپ کا فیصلہ تعزیر و تادیب کے لیے تھا۔ تاکہ لوگ اس بری عادت سے باز آجائیں۔ اور اس لحاظ سے کہ آپ نے یہ فیصلہ سرکاری اعلان کے ذریعہ نافذ کیا تھا اس کی نوعیت سیاسی بن جاتی ہے گویا یہ ایک وقتی اور عارضی قسم کا آرڈی نینس تھا۔

(۴) اگرچہ حضرت عمرؓ کے سامنے کوئی شرعی بنیاد موجود ہوتی تو آپ یقیناً استنباط کر کے لوگوں کو مطلع فرماتے۔ جیساکہ عراق کی زمینوں کو قومی تحویل میں لیتے وقت آپ نے کیا تھا اور تمام صحابہ نے آپ کے استنباط کو درست تسلیم کر کے اس سے پورا پورا اتفاق کر لیا تھا۔ اگر آپ کسی آیت یا حدیث سے استنباط کر کے لوگوں کو مطلع کر کے یہ فیصلہ نافذ کرتے۔ تو پھر واقعی اس فیصلہ کی شرعی اور دائمی حیثیت بن سکتی تھی۔

صحیح مسلم کی مندرجہ بالا احادیث کے رجال چونکہ نہایت ثقہ ہیں اس لیے تطلیق ثلاثہ کے قائلین ان احادیث کو ضعیف یا مجروح کہنے کی جراءت تو نہ کر سکے۔ البتہ ان احادیث کو اور بالخصوص ابن عباسؓ والی پہلی حدیث کو بے اثر بنانے اور اس کی افادیت کو ختم کرنے کے لئے اپنا ایڑی چوٹی کا زور صرف کر دیتے ہیں اور بہت سے اعتراضات وارد کیے ہیں جنہیں جوابات کا نام دیا جاتا ہے۔ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ صحیح مسلم کی ایسی معتبر احادیث کی تاویلات ان حضرات کی طرف سے پیش کی گئی ہیں جو اپنے موقف کی حمایت میں ضعیف اور مجروح روایات (بالخصوص ایسی روایات جو تیسرے اور چوتھی درجہ کی کتابوں میں مذکور ہیں) پیش کرنے سے بھی نہیں چوکتے۔

ان اعتراضات یا جوابات کی تعداد دس تک جا پہنچی ہے۔ ان اعتراضات کو ہم ذیل میں درج کر کے ان کے جواب بھی لکھیں گے۔ یہ یاد رہے کہ ان اعتراضات یا جوابات میں سے پہلے تین جوابات ہمارے قاری عبدالحفیظ صاحب موصوف نے بھی منہاج میں پیش فرمائے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیح مسلم کی ابن عباس سے مروی حدیث پر وارد شدہ اعتراضات

(1) پہلا اعتراض یہ حدیث منسوخ ہے

(منہاج ص ۳۰۹) حیرت ہے کہ حدیث تو منسوخ ہو گئی مگر اس کا دور نبوی میں بھی کسی کو پتہ نہ چل سکا، دور صدیقی میں بھی اور دور فاروقی کے ابتدائی دو تین سال تک بھی اور حدیث بھی ایسی جس کا تعلق زندگی کے ایک نہایت اہم گوشہ اور حلت و حرمت سے ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کونسی آیت یا حدیث اس حدیث کی ناسخ ہے؟ یا کیا یہ حدیث حضرت عمرؓ کے فرمان سے منسوخ ہو گئی تھی؟ اور دوسرا سوال یہ ہے کہ حضرت عمرؓ تو خود فرما رہے ہیں کہ لوگوں نے اس معاملہ میں جلدی کی جس میں ان کے لئے مہلت تھی۔ تو کیا کسی منسوخ حکم میں بھی مہلت ہوا کرتی ہے؟ نیز حدیث رسولؐ کے لئے کسی کا قول ناسخ کیونکر ہو سکتا ہے؟

(2) دوسرا اعتراض یہ حکم غیر مدخولہ کا ہے

اس اعتراض کی بنیاد یہ ہے کہ ابو داؤد میں ایک حدیث اس مضمون کی بھی موجود ہے۔ (منہاج ایضاً)

جواب۔ ابو داؤد میں اس مضمون کی دو روایات ہیں اور دونوں ابو الصہباء عن ابن عباس کی سند سے مروی ہیں۔ دوسری حدیث کا مضمون بالکل وہی ہے جیسا کہ ہم نے صحیح مسلم کی حدیث نمبر دو اوپر درج کی ہے۔ یعنی تین طلاقوں کو ایک شمار کرنے کا حکم ہر طرح کی مطلقہ کے لئے تھا۔ جبکہ ابو داؤد کی پہلی حدیث میں یہ صراحت ہے کہ غیر مدخول بہا عورت کی تین طلاقوں کو ایک بنایا جاتا تھا۔

اب دیکھئے تین احادیث مسلم میں ایک حدیث نسائی میں اور ایک ابو داؤد میں۔ ان پانچ احادیث میں علی الا طلاق یہ ذکر ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک بنا دیا جاتا تھا۔ اب اگر ابو داؤد والی اس حدیث کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو ایک عام حکم کو خاص کے تحت کیسے لایا جا سکتا ہے؟ مزید برآں یہ روایت ویسے بھی ضعیف ہے۔ امام نووی شارح صحیح مسلم نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ کیونکہ طاؤس سے روایت کرنے والے مجہول لوگ ہیں۔ (نووی شرح مسلم ص 478)

(3) تیسرا اعتراض اس حدیث میں کوئی حکم نہیں۔ بلکہ یہ محض اطلاع اور خبر ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور وہ اطلاع یا خبر یہ ہے کہ دور فاروقی تک لوگ صرف ایک ہی طلاق پر اکتفا کرتے تھے اور اکٹھی تین طلاقیں دینے سے پرہیز کیا کرتے تھے۔ (منہاج ص ایضاً")
یہ تو جیسا دیکھ کر یہ مصرعہ فوراً" یاد آگیا کہ

جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی

یہ اعتراض یا تاویل یا جواب دراصل تاویل و تعبیر نہیں بلکہ صحیح معنوں میں تحریف ہے۔ جس میں حقیقت کو یکسر الٹا کر یہ توجیہ پیش کی گئی ہے۔ حدیث کے مطابق تو واقعہ یہ ہے کہ ابو الصہباء حضرت ابن عباس سے پوچھتے ہیں کہ "آپ کو معلوم ہے کہ دور نبوی' صدیقی اور فاروقی کے ابتدائی دو سالوں تک ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک بنا دیا جاتا تھا؟ تو اس سوال کا جواب حضرت عبداللہ بن عباس اثبات میں دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ "ہاں میں جانتا ہوں"۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر تین طلاقیں دی ہی نہیں جاتی تھیں تو ایک کس چیز کو بنایا جاتا تھا؟ (قاری صاحب محترم کے پیش کردہ تین جوابات ختم ہوئے۔ اب مزید "جوابات" کی تفصیل دیکھئے):۔

(4) چوتھا اعتراض۔ تین طلاق کہنے سے مراد محض ایک کی تاکید تھی

کہا یہ جاتا ہے کہ یہ حدیث الفاظ کی تکرار کے سلسلہ میں ہے۔ جیسے کوئی یوں کہے أَنْتِ طَالِقٌ أَنْتِ طَالِقٌ' أَنْتِ طَالِقٌ۔ تو صدر اول میں دلوں کی سلامتی کے باعث لوگوں کا یہ عذر قبول کر لیا جاتا تھا کہ ان کا ارادہ تو حقیقتاً" صرف ایک طلاق کا تھا۔ تین بار الفاظ محض تاکید کے لئے کہے گئے تھے۔ مگر بعد کے دور میں فریب دہی زیادہ ہو گئی جس کے باعث تاکید کا دعویٰ قبول کرنا ممکن نہ رہا لہذا حضرت عمرؓ نے ظاہری الفاظ اور تکرار کو ہی اصل بنیاد قرار دے کر تین طلاقوں کو نافذ کر دیا (فتح الباری ج۹) (قاری صاحب موصوف نے بھی اس "جواب" کو رسالہ مذکور کے ص ۳۰۷ پر ایک دوسرے عنوان کے تحت پیش کیا ہے اور مولانا مودودی بھی اس تاویل کو پسند فرماتے ہیں۔ (تفہیم القرآن ایضاً")

یہ جواب اس لئے غلط ہے کہ شرعی فیصلے تو ہمیشہ ظاہر پر ہی ہوا کرتے ہیں۔ دور نبوی میں یہی دستور تھا خلفائے راشدین کے دور میں یہی دستور تھا اور آج کی عدالتوں میں بھی یہی دستور ہے۔ باطن یا نیت کے مطابق فیصلے کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ بندوں کا نہیں۔ اگر حضرت عمرؓ نے ظاہر پر فیصلے کا مدار رکھا تو یہ اصولاً" کوئی نیا کام نہیں تھا۔ حالانکہ وہ خود اعتراف فرما رہے ہیں۔ کہ انہوں نے کچھ نیا کام کیا تھا جو دور نبوی اور صدیقی کے تعامل کے برعکس تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ تین طلاقوں کو ایک بنانے کا حکم مستقل قائم بالذات تھا۔ بالخصوص ایسے معاملات میں لوگوں کی نیتوں کو ملحوظ نہیں جانا تھا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(5) پانچواں اعتراض یہ حدیث غیر مشہور ہے

کہا جاتا ہے کہ معاملہ اس قدر اہم ہو اور روایت صرف اکیلے ابن عباس ہی کریں۔ یہ بات قابل تعجب ہے۔ یہ اعتراض ابن رشد قرطبی نے اٹھایا پھر خود ہی یہ کہہ کر اس کی تردید کر دی کہ محض اس وجہ سے کسی حکم کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔

امام محمد بن اسماعیل یمنی صنعانی شارح بلوغ المرام نے اپنی تالیف سبل السلام (ج 2 ص 114) پر اس اعتراض کا یہ جواب دیا کہ "کتنے ہی ایسے مسائل ہیں جو صرف ایک راوی ہونے کے باوجود قبول کر لئے گئے ہیں۔ تو پھر ابن عباسؓ کی روایت کو' جو حبرالامہ ہیں' کیوں قبول نہیں کیا جا سکتا؟

(6) چھٹا اعتراض حدیث موقوف ہے

کہا یہ جاتا ہے کہ اس حدیث میں کہیں یہ تصریح نہیں کہ رسولؐ اللہ کو بھی اس بات کا علم تھا کہ مسلمان لوگ تین طلاقوں کو ایک بنا رہے ہیں۔ دلیل تو تب بن سکتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم ہوتا اور آپ اسے نہ روکتے۔

اس اعتراض کا جواب حافظ ابن حجر عسقلانی نے یہ دیا ہے کہ "صحابی جب یہ کہے کہ ہم رسولؐ اللہ کے زمانہ میں ایسا کرتے تھے تو یہ مرفوع کا حکم رکھتا ہے اور ایسے معاملات کو اس بات پر محمول سمجھا جاتا ہے کہ رسولؐ اللہ کو ایسے معاملات کا' خواہ یہ چھوٹے ہوں یا بڑے' علم ہوتا تھا اور آپ نے انہیں برقرار رکھا۔"

علاوہ ازیں معترضین کے اعتراض کی رو سے صورتحال یوں بنتی ہے کہ دور نبوی میں مسلمان ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک بنا کر اسے رجعی قرار دے لیا کرتے تھے۔ حالانکہ حقیقتاً" وہ تین ہی پڑ جاتی تھیں اور عورت فی الواقعہ طلاق دینے والے پر حرام ہو جاتی تھی۔ اور رسولؐ اللہ کے علم میں یہ بات نہ آئی تھی نہ لائی گئی تھی۔ اس طرح آپ کی زندگی ہی میں نعوذ باللہ زنا ہوتا رہا اور اللہ تعالیٰ بھی خاموش دیکھتا رہا اور اس کا رسول بھی؟

(7) ساتواں اعتراض۔ راوی کا فتویٰ روایت کے خلاف ہے

کہا جاتا ہے کہ صحابہ کرام کا عمل اور فتویٰ اس کے خلاف ہے۔ خصوصاً" حضرت عبداللہ بن عباس کا بھی جو اس حدیث کے راوی ہیں۔

اس اعتراض کے دو جواب ہیں:۔

(i) اصول فقہ کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ

اِنَّ الْاِعْتِبَارَ لِرِوَایَةِ الرَّاوِیْ لَا بِرَأْیِہٖ یعنی راوی کی روایت کا اعتبار کیا جائے گا نہ کہ اس کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رائے کا۔ اور اس قاعدہ کی بنیاد یہ ہے کہ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ

(ii) تمام صحابہ کا عمل اس حدیث کے خلاف نہیں۔ بعض صحابہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کے ایک ہی واقع ہونے کے قائل رہے۔ بعض صحابہ حالات کا لحاظ رکھ کر دونوں طرح کے فتوے دیا کرتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ انہی میں سے تھے۔ (تفصیل آگے آ رہی ہے) آپ کا فتویٰ جو ابو داؤد میں مذکور ہے وہ یہی ہے کہ آپ یکبارگی تین طلاق کو ایک ہی تصور فرماتے تھے۔ فتویٰ کی عبارت یوں ہے۔

إِذَا قَالَ أَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا بِفَمٍ وَاحِدٍ فَهِيَ وَاحِدَةٌ "جب کسی نے (اپنی بیوی سے) ایک ہی وقت میں تین طلاق کہا۔ تو یہ ایک (ابو داؤد کتاب الطلاق۔ باب نسخ المراجعہ) ہی ہو گی۔"

(8) آٹھواں اعتراض۔ یہ حدیث بخاری میں کیوں مذکور نہیں

کہا یہ جاتا ہے کہ اگر یہ حدیث فی الواقعہ قابل اعتماد ہوتی تو امام بخاری بھی اسے اپنی بخاری میں درج فرماتے۔

جواب (i) امام بخاری نے یہ کہیں نہیں فرمایا کہ انہوں نے تمام صحیح احادیث کو اپنی کتاب میں درج کر دیا ہے۔ لہذا یہ اعتراض تو محض ڈوبتے کو تنکے کا سہارا والی بات ہے۔

(ii) امت مسلمہ نے بخاری و مسلم دونوں کتابوں کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ اسی لئے انہیں صحیحین کا نام دیا گیا ہے (لہذا اس کی حیثیت اعتراض برائے اعتراض سے بڑھ کر کچھ نہیں۔)

(iii) اگر معترض حضرات کے نزدیک مسلم بخاری کے درجہ میں کمتر درجہ کی کتاب ہے۔ تو کیا اس مسئلہ کی طرح آپ دیگر مفردات مسلم کو بھی ایسے اعتراض کا نشانہ بنانے کے لئے تیار ہیں۔؟

(9) سنت کی مخالفت اور حضرت عمرؓ

اعتراض یہ ہے کہ اگر اس حدیث کو درست تسلیم کر لیا جائے تو یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے سنت کی مخالفت کی۔

جواب: اگر آپ کے اس فیصلے کو شرعی اور دائمی کے بجائے تعزیری اور عارضی تسلیم کر لیا جائے تو یہ اعتراض از خود ختم ہو جاتا ہے۔ اور حقیقت ہے بھی یہی۔ اور یہ مشکل تو ان لوگوں کے لئے ہے جو اپنے اماموں کے قیاس کو درست قرار دینے کی خاطر حضرت عمرؓ کے اس فیصلے کو شرعی اور دائمی ثابت کرنے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔

خلیفہ وقت کو مصالح امت کی خاطر شریعت کی رعایتوں کو سلب کرنے یا از خود کوئی تعزیر تجویز کرنے کے اختیارات حاصل ہوتے ہیں جن کے تحت وہ تعزیری یا عارضی قسم کے قوانین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نافذ کر سکتے ہیں۔ انہی اختیارات کو بروئے کار لا کر آپ نے نہ صرف یہ کہ یکبارگی تین طلاق کے نفاذ کا قانون نافذ کیا بلکہ ایسے طلاق دہندہ کو آپ سزا بھی دیتے تھے۔ انہی اختیارات کی رو سے آپ شراب کی دکانوں اور شراب کشید کرنے والی بھٹیوں کو آگ بھی لگا دیا کرتے تھے۔

(10) دسواں اعتراض اجماع امت؟

یہ دراصل اعتراض یا جواب یا تاویل و تعبیر نہیں بلکہ ایک اپیل ہے کہ حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ کے بعد اس پر امت کا اجماع ہو گیا تھا۔ لہذا اب کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ اس کے خلاف عمل کرے۔

جواب۔ اس مزعومہ اجماع کی حقیقت ـــــ جس کا ہمارے قاری عبدالحفیظ صاحب نے بھی ذکر فرمایا ہے ـــــ ہم آگے چل کر نہایت تفصیل سے پیش کر رہے ہیں۔

(4) حدیث رکانہ (مسند احمد) اور اس پر اعتراضات

قائلین تطلیق ثلاثہ کی طرف سے مسلم کی تین احادیث کے بعد چوتھی حدیث "حدیث رکانہ" پیش کی جاتی ہے۔ جس کے متعلق امام احمد فرماتے ہیں کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ حَدَّثَنِي دَاوُدُ الْحُصَيْنُ عَنْ عِكْرِمَةَ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ طَلَّقَ رُكَانَةُ بْنُ عَبْدِ يَزِيدَ أَخُو بَنِي مُطَّلِبٍ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ فَحَزَنَ عَلَيْهَا حُزْنًا شَدِيدًا فَقَالَ فَسَأَلَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ طَلَّقْتَهَا؟ قَالَ: طَلَّقْتُهَا ثَلَاثًا قَالَ فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ؟ قَالَ نَعَمْ! قَالَ إِنَّمَا تِلْكَ وَاحِدَةٌ فَارْجِعْهَا إِنْ شِئْتَ. قَالَ فَرَجَعَهَا فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَرَى إِنَّمَا الطَّلَاقُ عِنْدَ كُلِّ طُهْرٍ (مسند احمد، ج ۱، ص ۲۶۵)

عبد اللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ رکانہ بن عبد یزید بنو مطلب کے بھائی نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دے دیں۔ پھر اس کی جدائی کا بہت غم ہوا۔ رکانہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم نے طلاق کیسے دی تھی؟ رکانہ نے کہا "میں تو تین طلاق دے چکا ہوں۔ آپؐ نے پوچھا کیا ایک ہی مجلس میں؟ رکانہ نے کہا "ہاں ایک ہی مجلس میں"۔ آپؐ نے فرمایا (تو یہ ایک ہی ہوئی۔ اگر چاہو تو رجوع کر لو۔" ابن عباس کہتے ہیں کہ پھر رکانہ نے رجوع کر لیا۔ اس حدیث کی روشنی میں ابن عباس کی طلاق کے متعلق یہ رائے تھی کہ تین طلاق ایک ساتھ نہیں بلکہ ہر طہر میں الگ الگ ہونی چاہئے۔

احادیث مسلم کی طرح اس حدیث پر کئی اعتراضات کئے گئے ہیں۔ جن میں چار قابل ذکر اعتراضات درج ذیل ہیں:۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلا اعتراض

اس حدیث کی سند میں محمد بن اسحاق اور ان کے استاد کے متعلق علمائے جرح و تعدیل کا اختلاف ہے۔ لہٰذا یہ حدیث حجت نہیں بن سکتی۔

جواب:۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ اسی سند سے کئی احکام میں احتجاج کیا گیا ہے جیسے رسول اللہ کا اپنی بیٹی زینب کو اپنے پہلے نکاح کی بناء پر چھ سال بعد اس کے خاوند ابو العاص بن ربیع کے ایمان لانے پر اسے لوٹانا (یہ حدیث ترمذی میں مذکور ہے۔ باب ماجاء فی الزوجین المشرکین یسلم احدھما) تو جب دوسرے مسائل میں اسی سند سے احتجاج کیا جا سکتا ہے۔ تو آخر اس مسئلہ میں کیوں نہیں کیا جا سکتا؟

دوسرا اعتراض

یہ حدیث ابو داؤد میں بھی مذکور ہے۔ اس میں تین طلاق کے بجائے "طلاق البتہ" کے الفاظ ہیں۔ ممکن ہے راوی نے طلاق البتہ سے تین طلاقیں سمجھ لی ہوں اور اپنی سمجھ کے مطابق بیان کر دیا ہو۔

جواب:۔ ابو داؤد میں اس سے ملتے جلتے ایک کے بجائے دو واقعات مذکور ہیں۔ اب چونکہ ان تینوں احادیث میں لفظ رکانہ موجود ہے لہٰذا خواہ مخواہ خلط مبحث سے اشتباہ پیدا ہو جاتا ہے۔ ابو داؤد میں جو دو احادیث ہیں وہ بھی الگ الگ واقع ہیں جو درج ذیل ہیں۔

(i) راوی نافع بن عجیر ــــــ رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دی۔

(ii) راوی ابن جریج ــــــ ابو رکانہ نے ام رکانہ کو تین طلاقیں دیں۔

ابو داؤد پہلی روایت کو بہتر قرار دیتے ہیں۔ لیکن ابن حجر عسقلانی کی تحقیق کے مطابق یہ دونوں ہی ضعیف ہیں فرق صرف یہ ہے کہ پہلی ضعیف ہے اور دوسری ضعیف تر۔

رہی مسند احمد میں مندرج حدیث رکانہ تو وہ اسناد کے لحاظ سے ان دونوں سے بہت قوی ہے اور اس کی سند بھی بالکل الگ ہے۔

تیسرا اعتراض

اس حدیث کے راوی عبداللہ بن عباس ہیں۔ جن کا فتویٰ اس حدیث کے خلاف ہے۔ اس اعتراض کا جواب پہلے دیا جا چکا ہے۔ مختصراً یہ کہ راوی کی روایت کا اعتبار کیا جائے گا نہ کہ اس کے فتویٰ کا۔

چوتھا اعتراض

یہ مذہب شاذ ہے۔ اس لئے اس پر عمل نہ ہو گا۔ دوسرے الفاظ میں یہ اعتراض یوں ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ یہ مذہب جمہور کے مذہب کے خلاف ہے۔ جس پر اتفاق ہے۔ اس شاذ مذہب یا جمہور کے اجماع اتفاق پر تو ہم آگے چل کر تفصیل سے بحث کر ہی رہے ہیں۔

تطلیق ثلاثہ کے ثبوت میں قاری صاحب کی پیش کردہ دو احادیث

پہلی حدیث لعان کے بعد کی طلاقیں

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ فِي هٰذَا الْخَبَرِ قَالَ: فَطَلَّقَهَا ثَلَاثَ تَطْلِيقَاتٍ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْفَذَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ابو داود ج' ص ۳۰۶۔ طبع کانپور)

حضرت عویمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور آپؐ نے انھیں نافذ کر دیا (اس حدیث میں عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اور فَأَنْفَذَهُ کے الفاظ قابل غور ہیں۔" (منہاج مذکورہ ص ۳۰۴)

یہ روایت نقل کرنے کے بعد قاری عبدالحفیظ صاحب فرماتے ہیں کہ "اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں لیکن عیاض بن عبداللہ الفہری پر بعض حضرات نے ضعف کا حکم لگایا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بعد ازاں قاری صاحب اس روایت کے رواۃ کو ثقہ تسلیم کرانے میں مصروف ہو جاتے ہیں اور تان یہاں آکر ٹوٹتی ہے کہ امام خطابی کی تصریح کے مطابق ابو داؤد کی کتاب موضوع وغیرہ سے بالکل خالی ہے اور ان جملہ قسموں (موضوع' مجہول' ضعیف) سے مبرا ہے" (عمدہ الاثاث فی حکم الطلقات الثلاث ص ۱۹) (منہاج ص ۳۰۵)

اب دیکھئے اگر قاری صاحب موصوف یا خطابی صاحب کی سنن ابی داؤد کے متعلق یہ بات درست تسلیم کر لی جائے تو درج ذیل سوالوں کا کیا جواب ہو گا۔

(۱) صحت کے لحاظ سے ابو داؤد کو دوسرے درجہ کی کتابوں میں کیوں شمار کیا جاتا ہے؟

(۲) عویمر عجلانی کا واقعہ بلا مبالغہ صحیحین میں بیسیوں مقامات میں مذکور ہے۔ لیکن فَأَنْفَذَهُ کا لفظ جس پر قاری صاحب کی دلیل کا سارا دارومدار ہے۔ آپ کو کہیں نظر نہیں آئے گا اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟

(۳) اگر ابو داؤد اتنی صحیح کتاب ہے تو پھر آپ کو ابو داؤد کی یہ حدیث بھی تسلیم کر لینا چاہئے جس میں مذکور ہے کہ ابو رکانہ نے ام رکانہ کو تین طلاقیں دیں اور نئی بیوی سے نکاح کر لیا۔ ام رکانہ نے رسول اللہ سے شکایت کی تو آپؐ نے ابو رکانہ کو بلا کر کہا کہ ام رکانہ سے رجوع کر لو۔" ابو رکانہ نے کہا میں تو تین طلاق دے چکا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا "میں جانتا ہوں۔ رجوع کر لو"۔ (ابو داؤد۔ کتاب الطلاق۔ باب نسخ المراجعۃ ۔ ۔ ۔ ۔)

اگر قاری صاحب ابو داؤد کی یہ حدیث بھی ضعیف مجہول اور موضوع سے پاک تسلیم فرما لیں تو سارا جھگڑا ہی ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ حدیث بھی یکبارگی تین طلاق کے ایک واقع

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونے میں نص قطعی کا درجہ رکھتی ہے۔

(۳) اگر فی الواقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یکبارگی تین طلاقوں کو نافذ کر دیا تھا تو اتنی مدت بعد حضرت عمرؓ نے کیا چیز نافذ کی تھی؟ جس کے متعلق وہ خود فرما رہے ہیں کہ فَلَوْ اَمْضَیْنَاهُ عَلَیْهِمْ

امام ابن تیمیہ کا فتویٰ

اس قسم کی حدیثوں کے متعلق امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:۔

وَلَمْ يَنْقُلْ اَحَدٌ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاِسْنَادٍ مَنْقُولٍ اِنَّ اَحَدًا طَلَّقَ اِمْرَاَتَهُ بِكَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ فَاَلْزَمَهُ الثَّلَاثَ بَلْ رُوِيَ فِي ذَالِكَ اَحَادِيْثُ كُلُّهَا بِاتِّفَاقِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَلٰكِنْ جَاءَ فِي حَدِيْثٍ صَحِيْحٍ اَنَّ فُلَانًا طَلَّقَ اِمْرَاَتَهُ ثَلَاثًا اَيْ مُتَفَرِّقَةً

کسی نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسناد کے ساتھ کوئی ایسا واقعہ نقل نہیں کیا ہے کہ کسی شخص نے بیک کلمہ تین طلاقیں دی ہوں اور آپؐ نے ان تین طلاقوں کو لازم کر دیا ہو بلکہ اس سلسلہ میں جو حدیثیں بھی مروی ہیں وہ باتفاق اہل علم جھوٹی ہیں۔ ہاں احادیث صحیحہ میں اس بات کا ذکر ہے کہ فلاں شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں۔ لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے متفرق طور پر تین طلاقیں دی تھیں۔ (فتاوی ابن تیمیہ ج ص ۸۸ بحوالہ مقالات ص ۲۱۳)

دوسری حدیث لعان کے بعد کی طلاقیں

قاری صاحب موصوف نے جو دوسری حدیث پیش فرمائی وہ بھی عویمر عجلانی کے لعان والے واقعہ سے متعلق ہے۔ حدیث کے آخری الفاظ یوں ہیں۔

قَالَ عُوَيْمِرٌ كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ اَمْسَكْتُهَا فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا قَبْلَ اَنْ يَاْمُرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (بخاری مسلم ۔ السنن الکبری)

حضرت عویمر نے آنحضرتؐ کے سامنے لعان کرنے کے بعد آپ کے فیصلہ کرنے سے قبل یہ کہا کہ اگر میں اس عورت کو اپنے پاس رکھوں تو گویا میں نے اس پر جھوٹ باندھا تھا۔ لہٰذا عویمر نے فوراً" آپ کے سامنے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں (منہاج ص ۳۰۵)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیکھئے میاں بیوی کے درمیان جدائی کی پانچ اقسام ہیں: (۱) ایلاء (۲) ظہار (۳) طلاق (۴) خلع اور (۵) لعان۔ ان سب میں سے سخت اور شدید تر قسم لعان ہے۔ لہٰذا جدائی کی یہ قسم مرد کے ایک یا تین طلاقیں دینے کی قطعاً" محتاج نہیں۔ اور حضرت عویمر عجلانیؓ نے تین طلاق کے الفاظ کہہ کر محض اپنے دل کی حسرت مٹائی تھی کیونکہ لعان سے جو دائمی جدائی ہوتی ہے وہ طلاق مغلظہ سے بھی شدید تر ہوتی ہے (بخاری کتاب الطلاق۔ باب التفریق بین المتلاعنین) اس بات میں تو اختلاف کیا جا سکتا ہے کہ یہ جدائی لعان کے فوراً" بعد از خود ہی مؤثر ہوتی ہے یا قاضی کے فیصلہ کی بھی محتاج ہے۔ جیسا کہ لعان کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عویمر سے فرمایا تھا کہ لَا سَبِیْلَ لَکَ عَلَیْهَا (اب تمہارا اس عورت سے کوئی سروکار نہیں) لیکن اس بات میں قطعاً" کوئی اختلاف نہیں کہ اس موقعہ پر مرد کا طلاقیں دینا ایک عبث اور زائد از ضرورت فعل ہے۔ ۔ ۔ ۔ دور نبوی میں عویمر عجلانی کے علاوہ لعان کا ایک اور واقعہ بھی ہوا تھا۔ ہلال بن امیہ اور اس کی بیوی نے آ کر آپ کے سامنے لعان کیا اور قسمیں کھائیں تو ہلال بن امیہ کے طلاق یا طلاقیں دینے کے بغیر ہی مکمل جدائی ہو گئی (بخاری کتاب الطلاق۔ باب یبداء الرجل بالتلاعن)

لعان۔ جدائی کی شدید تر قسم

اب ہم یہ وضاحت کریں گے کہ لعان کن کن امور میں طلاق سے شدید تر ہوتا ہے۔

(۱) احسن طلاق یا طلاق السنہ (صرف ایک طلاق دے کر پوری عدت گزر جانے دینا) کے بعد زوجین آپس میں تجدید نکاح کے ذریعہ پھر اکٹھے ہو سکتے ہیں اور تین طلاق یا طلاق مغلظہ کے بعد حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ کی شرط ٹھیک طور پر پوری ہونے پر سابقہ زوجین پھر نکاح کر سکتے ہیں۔ مگر لعان کے ذریعہ جدائی اتنی سخت ہوتی ہے کہ بعد میں ان کے اکٹھے ہونے کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی (موطا امام مالک کتاب الطلاق۔ باب جامع الطلاق)

(۲) طلاق کے بعد عورت متعہ کی حقدار ہوتی ہے لیکن لعان کی صورت میں اسے متعہ نہیں ملے گا (بخاری۔ کتاب الطلاق۔ باب المتعہ انتہی)

(۳) طلاق کے بعد نومولود (اگر کوئی ہو تو) کا نسب باپ سے چلتا ہے۔ لعان کی صورت میں یہ نسب ماں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے (بخاری کتاب الطلاق۔ باب يلحق الولد بالملاعنة ۔ ۔ ۔)

(۴) طلاق کی صورت میں نومولود (اگر کوئی ہو تو) والد کا وارث ہوتا ہے۔ لیکن لعان کی صورت میں بچہ ماں کا وارث، ماں بچے کی وارث ہوتی ہے۔ ماں کے خاوند سے نومولود کا یا اس کی ماں کا کسی قسم کا کوئی تعلق باقی نہیں رہتا۔ (بخاری۔ کتاب الطلاق۔ باب التلاعن فی المسجد)

انہی وجوہ کی بناء پر علمائے احناف نے بھی حضرت عویمرؓ کے تین طلاق کہنے سے تطلیق

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثلاثہ کے جواز پر احتجاج نہیں کیا۔

اب رہا یہ سوال کہ اگر حضرت عویمرؓ کا یہ فعل عبث تھا تو آپؐ خاموش کیوں رہے؟ اس کے دو عدد جوابات ممتاز حنفی عالم شمس الائمہ سرخسیؒ کی زبانی سنئے جو انہوں نے اپنی تالیف "مبسوط" میں بیان فرمائے ہیں:۔

(i) "رسول اللہ نے حضرت عویمرؓ کو ٹوکا نہیں تو یہ بات شفقت کی بناء پر تھی۔ کیونکہ یہ ممکن تھا کہ شدت غضب کی بناء پر وہ آپؐ کی بات قبول نہ کرپاتے اور کافر ہو جاتے۔ اس لئے رسولؐ اللہ نے دوسرے وقت کے لئے ٹوکنے کو مؤخر کر دیا۔ اور اتنا اسی وقت فرما دیا کہ " لَا سَبِیلَ لَکَ عَلَیْهَا" یعنی تجھے اب اس عورت پر کچھ اختیار نہیں رہا۔"

(ii) "یا یہ بات ہے کہ تین طلاقیں ایک ساتھ دینا اس لئے مکروہ ہے کہ تلافی کا دروازہ بلا ضرورت بند ہوتا ہے اور حضرت عویمرؓ کے معاملہ میں یہ بات موجود نہیں۔ کیونکہ لعان کرنے والے جب لعان پر مصر ہوں تو تلافی کا دروازہ یوں بند ہوتا ہے کہ پھر کبھی کھل نہیں سکتا اور عویمرؓ اس بات پر مصر تھے۔" (مقالات ص ۴۷)

مجوزین تطلیق ثلاثہ کے مزید دلائل

جہاں تک قاری صاحب کی پیش کردہ دو احادیث کا تعلق تھا تو ان کا جواب ہو چکا۔ اب ہم یہ چاہتے ہیں کہ ان تمام احادیث کا بھی جائزہ لے لیا جائے جو تطلیق ثلاثہ کے واقع ہونے کی دلیل کے طور پر پیش کی جاتی ہیں تاکہ مسئلہ زیر بحث کے سب پہلو سامنے آ جائیں۔

تیسری حدیث

فاطمہ بنت قیس کہتی ہیں کہ

طَلَّقَنِي زَوْجِي ثَلَاثًا فَلَمْ يَجْعَلْ رَسُولُ اللّٰهِ سُكْنٰى وَلَا نَفَقَةً

مجھے میرے شوہر نے تین طلاقیں دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے (میرے شوہر کے ذمہ) نہ رہائش رکھی اور نہ نفقہ۔

اس حدیث سے استدلال یوں کیا جاتا ہے کہ اگر تین طلاق ایک ہی رجعی طلاق شمار ہوتی تو یقیناً" سکنی اور نفقہ شوہر کے ذمہ ہوتا۔ شوہر کے سکنی اور نفقہ سے سبکدوش ہونے کی ممکن صورت ہی یہ ہے کہ تین طلاقوں کو تین ہی (یعنی مغلظ) قرار دیا جائے۔

جواب (i) یہ استدلال اس لئے مبہم ہے کہ "ثلاثا" کے لفظ سے قطعاً" یہ واضح نہیں ہوتا کہ یہ تین طلاقیں متفرق اوقات میں دی گئی تھیں یا ایک ہی مجلس میں؟

(ii) مزید برآں مسلم ہی کی ایک دوسری روایت میں یہ وضاحت موجود ہے کہ یہ تیسری اور آخری طلاق تھی جو فاطمہ بنت قیس کے شوہر عمرو بن حفص نے دی تھی۔ اس روایت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے آخری الفاظ یوں ہیں۔ طَلَّقَهَا اٰخِرَ ثَلَاثِ تَطْلِيْقَاتٍ (مسلم۔ کتاب الطلاق۔ باب المطلقہ البائن لانفقہ لھا) یعنی عمرو بن حفص نے آخری تیسری طلاق دی تھی (iii) اور مسلم ہی کی ایک اور روایت کے آخری الفاظ یوں ہیں:۔ فَاَرْسَلَ اِلٰى اِمْرَاَتِهٖ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ كَانَتْ بَقِيَتْ مِنْ طَلَاقِهَا (مسلم ایضاً) یعنی عمرو بن حفص نے فاطمہ بنت قیس کو وہ طلاق بھیجی جو ابھی باقی تھی (یعنی تیسری یا آخری)

ان وجوہ کی بناء پر اس واقعہ سے استدلال قطعاً" درست نہیں۔

چوتھی حدیث "رفاعہ قرظی کا قصہ"

رفاعہ قرظی سے متعلق ہے رفاعہ کی بیوی آپؐ کے پاس آکر کہنے لگی کہ رفاعہ نے مجھے طلاق بتہ دی اور میں نے عبدالرحمان بن زبیر سے نکاح کیا۔ مگر وہ تو کچھ بھی نہیں۔ آپؐ نے فرمایا (شاید تم رفاعہ کے پاس جانا چاہتی ہو۔ یہ ناممکن ہے تاآنکہ تم دونوں ایک دوسرے کا مزہ نہ چکھ لو۔" (بخاری۔ کتاب الطلاق۔ باب من اجاز الطلاق الثلاث)

اس حدیث سے لفظ بتہ سے اکٹھی تین طلاق کی گنجائش پیدا کی جاتی ہے۔ حالانکہ یہ استدلال بھی مبہم ہے کیونکہ بتہ اور آخری یا تیسری طلاق سب کا مفہوم ایک ہے۔ تو جس طرح حدیث سابق میں تیسری کا لفظ مبہم تھا بعینہ اسی طرح یہاں بھی مبہم ہے۔ مزید برآں اس کی تفصیل بخاری ہی میں کتابُ الادب میں موجود ہے جو یہ ہے کہ

اِنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ رِفَاعَةَ فَطَلَّقَهَا اٰخِرَ ثَلَاثِ تَطْلِيْقَاتٍ فَتَزَوَّجَهَا بَعْدَهٗ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ زُبَيْرٍ

وہ رفاعہ کی بیوی تھی رفاعہ نے اسے آخری تیسری طلاق بھی دے دی تو اس کے بعد اس سے عبدالرحمٰن بن زبیر نے نکاح کر لیا۔ (بخاری: کتاب الادب)

پانچویں حدیث حضرت عبداللہ بن عمر کا طلاق دینا

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دینے سے متعلق ہے۔ مرفوع احادیث میں تو اتنا ہی مذکور ہے کہ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ سے اس طلاق کا ذکر کیا تو آپ نے حضرت عبداللہ کو رجوع کا حکم دیا اور طلاق دینے کا صحیح طریق بتلایا۔ قائلین تطلیق ثلاثہ کا احتجاج اس واقعہ سے متعلق نہیں بلکہ حضرت عبداللہ کے اس فتویٰ سے متعلق ہے جو انہوں نے کسی سائل کے جواب میں دیا اور وہ بخاری میں یوں مذکور ہے۔ "اگر تم نے اپنی بیوی کو ایک یا دو بار طلاق دی ہے تو یہ وہ صورت ہے جس میں رسول اللہ نے مجھے رجعت کا حکم دیا اور اگر تم نے تین طلاقیں دے دیں تو تم پر بیوی حرام ہو گئی جب تک وہ کسی دوسرے آدمی سے نکاح نہ کر لے اور تم نے اپنی بیوی کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طلاق دینے کے سلسلہ میں نافرمانی کی۔"

جواب: یہ اثر بھی مبہم ہے کیونکہ طَلَّقْتَهَا ثَلَاثًا سے مراد تین دفعہ کی طلاق ہی ہو سکتی ہے اور اللہ کی نافرمانی کا تعلق حالت حیض میں طلاق دینے سے ہے کیونکہ ان کا اپنا واقعہ معصیت حالت حیض میں طلاق دینے سے تعلق رکھتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے فتویٰ کی مزید وضاحت مصنف ابن ابی شیبہ، دار قطنی اور طبرانی میں جیسے مرقوم ہے اس نے آپ کے اس اثر کو مرفوع حدیث کا درجہ عطا کر دیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

" فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ! لَوْ أَنِّيْ طَلَّقْتُهَا ثَلَاثًا أَكَانَ يَحِلُّ لِيْ أَنْ أُرَاجِعَهَا قَالَ لَا كَانَتْ تَبِيْنُ مِنْكَ وَ كَانَتْ مَعْصِيَةً"

(ابن عمر کہتے ہیں) میں نے کہا۔ یا رسول اللہ! اگر میں تین طلاقیں دے دیتا تو کیا میرے لئے رجوع حلال ہوتا؟ آپؐ نے فرمایا "نہیں۔ وہ تجھ سے جدا ہو جاتی اور (تیرا ایک ہی دفعہ تین طلاق دینا) گناہ کا کام ہوتا۔

یہ اثر اگر صحیح ثابت ہو جاتا تو قطعِ نزاع کے کام آ سکتا تھا۔ مگر مشکل یہ ہے کہ یہ اثر انتہائی مجروح ہے۔ کیونکہ یہ حدیث درج کرنے کے بعد امام بیہقی نے خود لکھا ہے کہ اس ٹکڑے کا راوی شعیب ہے جس میں محدثین نے کلام کیا ہے۔ دوسرا راوی زریق ہے جو ضعیف ہے۔ تیسرا عطا خراسانی ہے جسے امام بخاری نے شعبہ اور ابن حبان نے ضعیف قرار دیا ہے۔ سعید بن مسیب اسے جھوٹا بتلاتے ہیں۔

اب اس اثر کے بالکل برعکس ایک روایت تفسیر قرطبی میں یوں ہے کہ:۔

"عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں تو رسول اللہ نے انہیں رجوع کرنے کا حکم دیا اور یہ تین طلاقیں ایک طلاق شمار ہوئی۔" (تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۱۲۹ بحوالہ مقالات ص ۱۴۳)

چھٹی حدیث "میری موجودگی میں کتاب اللہ سے مذاق"؟

نسائی کی وہ حدیث ہے جس کا میں نے اپنی طرف سے اجمالی طور پر مفہوم بیان کیا تھا۔ حدیث کا متن یا اس کا ترجمہ یا حوالہ کچھ بھی درج نہیں کیا گیا۔ اور وہ اجمالی ذکر یہ تھا کہ رسول اللہ کی زندگی میں ہی ایک شخص نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے ڈالیں تو آپ غصہ کی وجہ سے کھڑے ہو گئے اور فرمایا "میری موجودگی میں کتاب اللہ سے کھیلا جا رہا ہے" اس کے بعد میں نے لکھا تھا "تاہم آپ نے ایک ہی طلاق شمار کی۔" قاری صاحب موصوف نے تعاقب کرتے ہوئے اس فقرہ کے متعلق فرمایا ہے کہ "کیلانی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب نے یہ جملہ اپنی طرف سے بڑھایا ہے اس لئے کہ حدیث میں ایسے کوئی الفاظ نہیں جن سے معلوم ہو کہ آپ نے ان کو ایک ہی شمار کیا۔" ۔منہاج ص ۳۱۲)

مجھے یہ تسلیم ہے کہ فی الواقع نسائی والی حدیث میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔ مگر قاری صاحب کا اعتراض اس صورت میں درست ہوتا اگر میں نسائی کی حدیث درج کر کے ترجمہ میں یہ اضافہ کر دیتا یا صرف ایسا اضافہ شدہ ترجمہ ہی لکھ کر نسائی کا حوالہ درج کر دیتا جبکہ متنازعہ فقرہ نسائی کی حدیث میں اضافہ نہیں بلکہ اس کی بنیاد درج ذیل امور ہیں:۔

(۱) مسلم کی تین احادیث کے مطابق دور نبوی میں اکٹھی دی گئی تین طلاقوں کو ایک ہی شمار کیا جاتا تھا۔

(۲) نسائی ہی کی روایت کے مطابق آپؐ اکٹھی تین طلاق دینے پر اس قدر برا فروختہ ہوئے کہ شدت غضب سے اٹھ کھڑے ہو گئے اور فرمایا (میری موجودگی ہی میں کتاب اللہ سے یوں کھیلا جا رہا ہے) آپؐ کی یہ حالت دیکھ کر ایک صحابی آپؐ سے اذن چاہتا ہے کہ "یا رسولؐ اللہ میں اس شخص کو قتل نہ کر دوں۔"

ان حالات میں عقل یہ باور نہیں کرتی کہ اتنا کچھ ہونے کے باوجود ان تین طلاقوں کو تین ہی رہنے دیا ہو۔ اس کے برعکس جناب قاری صاحب فرماتے ہیں کہ

"آپ نے اس ناراضگی کے باوجود ان تین طلاقوں کو اس پر نافذ کردیا تھا۔ چنانچہ محمود بن لبید کی اسی روایت کو نقل کرنے کے بعد حافظ ابن قیم لکھتے ہیں کہ

فَلَمْ يَرُدَّهُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بَلْ أَمْضَاهُ كَمَا فِي حَدِيثِ عُوَيْمِرٍ الْعَجْلَانِيِّ فِي اللِّعَانِ حَيْثُ أَمْضَى طَلَاقَهُ الثَّلَاثَ وَلَمْ يَرُدَّهُ (تہذیب سنن ابی داؤد ص ۱۲۹ ج ۲ بحوالہ عمدۃ الاثاث)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین طلاقوں کو رد نہیں کیا بلکہ ان کو نافذ کردیا ور جیسا کہ عویمر عجلانی کی لعان والی حدیث میں ہے کہ آپ نے اس کی تین طلاقوں کو نافذ فرما دیا اور رد نہیں کیا تھا" (منہاج مذکور ص ۳۱۲)

امام ابن قیم کے حوالہ سے درج کردہ قاری عبدالحفیظ صاحب کی یہ روایت کئی وجوہ کی بنا پر محل نظر ہے۔ مثلاً

(۱) آپ نے عمدۃ الاثاث کا حوالہ مکمل درج نہیں فرمایا کہ اس کی طرف رجوع کیا جاسکے۔

(۲) حافظ ابن قیم ان اساطین میں سے ہیں جو ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک قرار دینے والے گروہ کے علمبردار ہیں۔ ان سے ایسی تحریر کی توقع محال ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳) عویمر عجلانی کی تین طلاق کے نفاذ والی روایت بجائے خود ضعیف ہے جسے بنیاد بنایا جارہا ہے۔ اس لحاظ سے یہ بنائے فاسد علی الفاسد والی بات ہے۔

(۴) تطلیق ثلاثہ کے قائلین اور مخالفین سب اس بات پر متفق ہیں کہ عویمر عجلانی اور اس کی بیوی کی تفریق طلاق کی بنا پر نہیں بلکہ لعان کی بنا پر ہوئی تھی (اور یہ بحث پہلے گزر چکی ہے) لعان کے بعد جیسے حضرت عویمر کا تین طلاقیں دینا عبث فعل تھا۔ اس طرح ان تین طلاقوں کے نفاذ یا عدم نفاذ کی بحث کرنا بھی ایک عبث فعل ہے۔ جس چیز کے نفاذ یا عدم نفاذ کا کچھ اثر ہی نہ ہوسکے اس سے احتجاج کیسے درست ہوگا؟

(۵) حافظ ابن قیم کے استاد امام ابن تیمیہ ایسی تمام روایات کو جن میں ایک مجلس کی تین طلاق کو تین قرار دیتے یا ان کے نفاذ کا ذکر ہو "باتفاق اہل علم جھوٹی" قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے۔ پھر اس خاص مسئلہ میں استاد اور شاگرد کا اختلاف بھی کہیں مذکور نہیں اس صورتِ حال میں حافظ ابن قیم کے حوالہ سے یہ روایت کیونکر درست قرار دی جاسکتی ہے؟

ساتویں حدیث : عبادہ بن صامت کے دادا کا قصہ

مصنف عبدالرزاق کی ایک روایت ہے "عبادہ بن صامت کہتے ہیں کہ میرے دادا نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دیں۔ اس کے بعد میرا باپ رسول اللہؐ کے پاس آیا تو آپؐ نے فرمایا "تیرا دادا اللہ سے ڈرا نہیں۔ تین طلاقیں اس کا حق تھا۔ باقی سب کچھ زیادتی ہے اللہ چاہے تو سزا دے اور چاہے تو معاف کردے۔"

یہ روایات تین طلاقوں کے واقع ہونے پر نص تو ہے مگر یہ روایت نہ درایۃ درست ہے نہ روایۃ ۔ درایۃ اس لئے کہ عبادہ بن صامت ان بارہ سرداروں میں سے ہیں جنہوں نے عقبہ ثانیہ میں رسول اللہؐ کی بیعت کی تھی۔ یہ بات بھی معلوم کرنا مشکل ہے کہ جب آپؐ مبعوث ہوئے اس وقت عبادہ بن صامت انصاری کے دادا زندہ بھی تھے یا نہیں' ان کا اسلام ثابت کرنا تو دور کی بات ہے اور روایۃ یہ اس لئے غلط اور ناقابل اعتماد ہے کہ اس کی سند میں ایک راوی یحیی بن العلاء کذاب اور واضع حدیث ہے۔ دوسرا عبید اللہ بن ولید متروک الحدیث ہے۔ تیسرا ابراہیم بن عبید اللہ مجہول ہے (میزان الاعتدال للذہبیؒ)

ایسی ہی روایات کے باوصف مصنف عبدالرزاق حدیث کی چوتھے درجہ کی کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔

آٹھویں حدیث حضرت حسنؓ کی تین طلاقیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیہقی کی ہے سوط بن عقلہ کہتے ہیں کہ عائشہ خثعمیہ حضرت حسنؓ کے نکاح میں تھی۔ جب حضرت علیؓ شہید ہوئے تو کہنے لگی "تجھے خلافت مبارک ہو" حضرت حسنؓ نے کہا "حضرت علیؓ کی شہادت پر خوشی کا اظہار کرتی ہو۔ جاؤ تجھے تین طلاق" جب اس کی مدت پوری ہونے لگی تو حضرت حسنؓ نے اس کو حق مہر کی بقایا رقم اور دس ہزار (مزید) بطور صدقہ بھیجے جب ایلچی یہ کچھ لے کر آیا تو کہنے لگی "مجھ کو چھوڑنے والے دوست کی طرف سے یہ متاع قلیل ہے" جب حضرت حسن کو یہ بات پہنچی تو رو پڑے پھر کہا "اگر میں نے اپنے دادا سے نہ سنا ہوتا' یا میرے باپ نے میرے دادا سے نہ سنا ہوتا کہ وہ کہتے تھے جو شخص بھی اپنی عورت کو طہروں میں تین طلاقیں دے یا غیر واضح طلاقیں دے تو وہ عورت خاوند پر حلال نہیں تا آنکہ کسی دوسرے سے نکاح نہ کرے" تو میں اس عورت سے ضرور رجوع کرلیتا۔ (السنن الکبری للبیہقی ج ۷ ص ۳۳۶)

یہ روایت بھی روایتہ" اور درایتہ" دونوں طرح سے ناقابل اعتماد ہے۔ روایتہ" یوں کہ امام ابن قیم فرماتے ہیں کہ اس روایت کا ایک راوی محمد بن حمید الرازی ہے جس کو ابوزرعہ نے کذاب اور ابو حاتم نے منکر الحدیث کہا ہے (اغاثتہ اللھفان ج ۱ ص ۳۱۷' ۳۱۹ بحوالہ مقالات ص ۲۱۴) اور درایتہ" اس لئے حضرت حسن کے دادا ابوطالب تھے۔ جو کی دور میں ہی بحالت کفر انتقال کر گئے تھے جبکہ نکاح و طلاق کے احکام مدنی دور میں نازل ہوئے تھے۔ گویا درایتہ" بھی اس روایت میں دو خامیاں ہیں

نویں حدیث

دار قطنی کی ہے جو اس طرح ہے ۔"حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے سنا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی۔ تو آپ ناراض ہوئے اور فرمایا "تم اللہ کی آیات کو کھیل اور مذاق بناتے ہو۔ جو شخص بھی طلاق بتہ دے گا اَلْزَمْنَاهُ ثَلَاثًا" یعنی ہم اس پر تین لازم کردیں گے او اس کی عورت کے لیے حلال نہ ہوگی جب تک وہ کسی اور سے نکاح نہ کرے" (دار قطنی)

اس حدیث کے بارے میں خود دار قطنی فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں اسماعیل بن ابی امیہ قرشی ضعیف اور متروک الحدیث ہے اور یہ حدیثیں بھی گھڑتا ہے۔

دوسرے راوی عثمان بن قطر کے متعلق ابن حبان کہتے ہیں کہ وہ ثقہ لوگوں سے موضوع حدیثیں روایت کرتا ہے۔ ایک تیسرا راوی عبدالغفور کے متعلق علامہ محمد طاہر نے کہا ہے کہ وہ حدیثیں گھڑتا ہے۔ چنانچہ امام ابن تیمیہ نے فرمایا۔ فِیْ اِسْنَادِہٖ ضَعْفَۃٌ وَمَجَاهِیْلُ یعنی اس کی سند میں کئی ضعیف اور کئی مجہول راوی ہیں۔ (مقالات ص ۱۵۵)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سو یہ تھیں وہ احادیث جن سے ایک مجلس کی تین طلاق کے تین ہی واقع ہونے کو ثابت کیا جاتا ہے۔ ان احادیث کے جائزہ کے بعد اب ہم صحابہ کرام کے فتاوٰی کی طرف آتے ہیں۔

صحابہ کرام کے فتوے

میں نے اپنے مضمون "خلفائے راشدین کی شرعی تبدیلیاں" میں لکھا تھا کہ "حضرت عمرؓ کے اس تعزیری فیصلہ پر صحابہ کرامؓ کا اجماع نہ ہو سکا اور بڑے بڑے صحابہ کرام مثلاً" حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہم آپ کے اس فیصلہ کے خلاف تھے"

اس کے جواب میں قاری صاحب نے تین صحابہ حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے ایسے فتوے پیش کر دیئے جو تین طلاقوں کے تین ہی واقع ہونے پر دلالت کرتے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے متعلق شاید انہیں اپنے حق میں لکھنے کو کچھ مواد نہیں مل سکا۔ حضرت ابن عباسؓ کے متعلق البتہ قاری صاحب نے لکھا ہے کہ آپ سے دونوں قسم کی احادیث مروی ہیں۔ پھر اس سلسلہ میں صحیح مسلم کی وہ حدیث درج فرمائی جس میں حضرت عمرؓ کے اس تعزیری فیصلہ کے نفاذ کا ذکر ہے۔

ہم پہلے پیر کرم شاہ صاحب ازہری کے حوالہ سے لکھ چکے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ نے اپنا فیصلہ نافذ کر دیا تو اکثر صحابہ چونکہ حضرت عمرؓ کو دین اور مسلمانوں کا نگہبان سمجھتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ حضرت عمرؓ نے یہ کام یا یہ تعزیر مسلمانوں پر اس لئے عائد کی ہے کہ اس فعل حرام سے باز آجائیں۔ لہذا صحابہ کرام حضرت عمرؓ کی ہمنوائی میں بسا اوقات اختلاف رکھنے کے باوجود حضرت عمرؓ کے فیصلہ کے مطابق فتوے دے دیا کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ کی حمایت میں فتوے

اس کی مثال یہ سمجھئے کہ عندالضرورت جنابت سے تیمم کے مسئلہ میں حضرت عمرؓ اور حضرت عمار بن یاسرؓ میں اختلاف تھا۔ حضرت عمار حضرت عمرؓ کو یاد بھی دلایا کرتے تھے کہ "اے امیرالمومنین! آپ کو یاد نہیں۔ جب میں اور آپ لشکر کے ایک ٹکڑے میں تھے۔ پھر ہم کو جنابت ہوئی اور پانی نہ ملا۔ آپ نے نماز نہ پڑھی لیکن میں مٹی میں لوٹا اور نماز پڑھ لی۔ رسول اللہ ؐ نے آپ کو فرمایا۔ تجھے کافی تھا اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارتا پھر ان کو پھونکتا پھر مسح کرتا دونوں پہنچوں پر۔" اپنے حافظہ پر اتنے وثوق کے باوجود جب حضرت عمار نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ اس مسئلہ میں ان سے اتفاق نہیں کرتے (حضرت عمرؓ کا یہ اختلاف محض مصلحت کی بنا پر تھا کہ لوگ اس حقیقت سے ناجائز فائدہ اٹھانا شروع کر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیں گے تو حضرت عمار نے یہاں تک کہہ دیا کہ :-

يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنْ شِئْتَ لِمَا جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنْ حَقِّكَ لَا أُحَدِّثُ بِهِ أَحَدًا (مسلم ۔ کتاب الحیض ۔ باب التیمم)	اے امیرالمومنین ! اللہ تعالیٰ نے آپ کا جو حق مجھ پر رکھا ہے (یعنی آپ خلیفہ ہیں اور میں رعیت ہوں) اگر آپ چاہیں تو میں یہ حدیث کسی سے بیان نہ کروں گا۔

اسی طرح حضرت عمرؓ کسی سیاسی مصلحت کی خاطر حج تمتع سے بھی منع فرمایا کرتے تھے۔ حالانکہ رسول اللہؐ نے خود صحابہ کو حج تمتع کی ترغیب دی تھے۔ اس مسئلہ میں بھی بعض صحابہ حضرت عمرؓ کے مقصد کا لحاظ رکھتے تھے۔ صحیح مسلم کی درج ذیل حدیث ملاحظہ فرمایئے:-

عَنْ أَبِي مُوسٰى أَنَّهُ كَانَ يُفْتِي بِالْمُتْعَةِ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ رُوَيْدَكَ بِبَعْضِ فُتْيَاكَ فَإِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ فِي النُّسُكِ بَعْدُ

ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ حج تمتع کا فتویٰ دیتے تھے۔ تو ایک شخص نے کہا۔ تم اپنے بعض فتوے روک رکھو۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ امیرالمومنین نے حج کے سلسلہ میں جو نئی بات نکالی ہے۔ (مسلم 'کتاب الحج' باب جواز تعلیق الحرام)

ان واقعات سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اصل حقیقت معلوم ہونے کے باوجود صحابہ کرام بسا اوقات حضرت عمرؓ کی عائد کردہ حدود و قیود کے مطابق فتوے دے دیا کرتے تھے۔ یا کم از کم اس کی مخالفت نہیں کرتے تھے۔ "طلیقات ثلاثہ کا مسئلہ بھی انہیں میں سے ایک ہے۔ اس مسئلہ میں جن صحابہ کرام نے آپ کے فیصلہ کے مطابق فتوے دینا شروع کر دیئے تھے ان کے نام یہ ہیں:-

حضرت عبداللہ بن عمرؓ ' عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ، ابو ہریرہؓ' انس بن مالکؓ ' عثمان بن عفانؓ اور مغیرہؓ اور جو صحابہ حضرت عمر کے خلاف ہی فتوے دیتے رہے ان کے نام یہ ہیں:-

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ' ابو موسیٰ اشعریؓ ' زبیر بن العوامؓ (اعلام الموقعین ص ۸۰۳)

اور مندرجہ ذیل صحابہ سے دونوں قسم کے فتویٰ منقول ہیں :-

حضرت عبداللہ بن عباسؓ' حضرت علیؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ ۔(حوالہ ایضاً") جب یہ حضرات عمرؓ کے فیصلہ کے موافق فتوے دیتے تو ان کے ایسے فتووں کی خاص علامت یہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتی ہے کہ ایسے فتاویٰ سے زجرو توبیخ اور تعزیر از خود مترشح ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس کے فتوے

مثلاً" حضرت عبداللہ بن عباس کو لیجئے۔ مسلم میں مذکور حد کہ "دور فاروقی کے پہلے دو سالوں تک ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک ہی شمار کیا جاتا تھا" کے روای آپ ہی ہیں۔ پھر دو مزید احادیث جن میں اسی مضمون پر ابوالصہباء کے سوال کا جواب دیتے ہیں، مسلم ہی میں موجود ہیں۔ ابو داؤد میں بھی آپ سے اسی مضمون پر مشتمل ایک روایت موجود ہے علاوہ ازیں ابوداؤد میں آپ کا یہ فتویٰ بھی موجود ہے۔

اِذَا قَالَ اَنْتِ طَالِقٌ ثَلاَثًا بِفَمٍ وَاحِدٍ فَهِیَ وَاحِدَةٌ

جب کسی نے (اپنی بیوی سے) ایک ہی وقت میں تین طلاق کہا تو یہ ایک ہی ہوگی (ابوداؤد، کتاب الطلاق، باب بقیۃ نسخ المراجعۃ)

اور ایک صحیح روایت میں حضرت طاؤس سے مروی ہے کہ

وَاللّٰهِ مَا كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَجْعَلُهَا اِلَّا وَاحِدَةً

اللہ کی قسم! ابن عباس اسے (تطلیق ثلاثہ کو) ایک ہی طلاق شمار کرتے تھے۔ (عون المعبود شرح ابوداؤد ج ۲، ص ۲۳۷)

اب حضرت ابن عباس کا وہ تعزیری فتویٰ بھی ملاحظہ فرمائیے جو قاری صاحب نے درج فرمایا ہے (ہم صرف ترجمہ پر اکتفا کریں گے)

"حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباس کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک آدمی آکر کہنے لگا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں کہ ابن عباس خاموش ہوگئے۔ میں نے گمان کیا۔ شاید ابن عباس اس کی بیوی کو واپس لوٹا دیں گے۔ آپ نے فرمایا، تم میں ایک شخص حماقت کر بیٹھتا ہے پھر کہتا ہے اے ابن عباس! اے ابن عباس! اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ ضرور اس کے لئے آسان کی راہ نکالتا ہے۔ اور بلاشبہ تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرا۔ میں تیرے لئے اس سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں پاتا ہوں۔ تو نے اللہ کی نافرمانی کی ہے۔ تیری بیوی تجھ سے جدا ہوگئی" (ابو داؤد ص ۲۹۹ بحوالہ منہاج ص ۳۱۰)

مندرجہ بالا فتویٰ سے دو باتیں معلوم ہوئیں :۔

(۱) حضرت مجاہد راوی جو ابن عباس کی طبیعت سے خوب واقف تھے، انہیں طلاق دینے والے کی بات سننے کے بعد یہی گمان ہوا تھا کہ حضرت ابن عباس ایسی طلاقوں کو ایک طلاق شمار کرکے اس کی بیوی کو واپس لوٹا دیں گے۔ گویا سنجیدہ صورت حال میں آپ کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتویٰ یہی ہوتا تھا کہ ایک مجلس کی تین طلاق حقیقتاً" ایک ہی ہوتی ہے۔
(۲) فتویٰ کے الفاظ سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ یہ فتویٰ سائل کو اس کی حماقت کی سزا کے طور پر دیا جا رہا ہے۔

حضرت علیؓ کا فتویٰ

قاری صاحب نے حضرت علیؓ کا جو فتویٰ درج فرمایا وہ یوں ہے:۔

"حضرت علیؓ کے پاس ایک آدمی نے آکر کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دی ہیں۔ تو آپ نے فرمایا "تین طلاقوں نے تیری بیوی کو تجھ پر حرام کر دیا ہے۔ باقی ۹۹۷ طلاقیں اپنی دوسری بیویوں میں تقسیم کر دے" (منہاج ص ۳۱۰ بحوالہ بیہقی ج ۷ ص ۳۳۵ طبع بیروت)

قطع نظر اس بات کے کہ ایسی روایات کی اسنادی حیثیت انتہائی کمزور ہوتی ہے کیونکہ یہ تیسرے اور چوتھے درجہ کی کتب سے لی گئی ہیں۔ اگر اس واقعہ کو درست بھی تسلیم کر لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سائل انتہائی جاہل اور بے ہودہ انسان تھا۔ جاہل اس لئے کہ اسے اتنا علم نہ تھا کہ طلاقیں زیادہ سے زیادہ تین ہی ہیں۔ اور بے ہودہ اس لیے کہ اپنی اس جہالت اور حماقت کو اپنے تک ہی محدود نہ رکھا بلکہ حضرت علیؓ کو بھی جا بتلایا۔ پھر حضرت علیؓ نے جو جواب دیا وہ بھی "جیسی روح ویسے فرشتے" کے مصداق ہے۔ ذرا سوچئے کہ واقعی سائل نے حضرت علیؓ کے ارشاد کے مطابق ۹۹۷ طلاقیں اپنی دوسری بیویوں میں تقسیم کر دی ہوں گی؟ فرض کیجئے کہ اس کی چار بیویاں تھیں۔ ان ۹۹۷ میں سے مزید طلاقیں تو بقایا تین بیویوں کے لئے ہوئی اس طرح وہ بھی اس سے جدا ہوئیں۔ پھر ۹۸۸ طلاقیں بچیں رہیں جو کسی کام نہ آسکیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا فتویٰ

اب حضرت عبداللہ ابن مسعود کا وہ فتویٰ جو قاری صاحب موصوف نے درج فرمایا ہے، ملاحظہ فرمایئے:۔

ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آکر کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو آٹھ طلاقیں دے دی ہیں۔ تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس سے پوچھا: تجھے علماء نے کیا کہا ہے؟ کہنے لگا، وہ کہتے ہیں کہ وہ مجھ سے جدا ہوئی" آپ نے جواب دیا "لوگوں نے سچ کہا" (منہاج ص ۳۱۱ بحوالہ ؟ ص ۴۵۷ طبع بیروت)

آج کا مسلمان بھی دینی مسائل سے کم ہی واقفیت رکھتا ہے مگر اتنا جاہل یا بے ہودہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں کہ وہ آٹھ آٹھ یا ہزار ہزار طلاقیں دیتا پھرے۔ اس دور میں معلوم نہیں کس قسم کے مسلمان تھے۔ اور حکومت ایسے بیہودہ اور کتاب اللہ سے کھیلنے والوں کو سزا کیوں نہیں دیتی تھے۔ جنہوں نے دین کو مذاق بنا رکھا تھا۔ ایسے لوگوں کے لئے یہ تعزیر بہت کم ہے کہ صرف ان کی بیوی ان سے جدا کر دی جائے ایسے لوگوں کو تو بدنی سزا بھی ضروری دینا چاہیے جیسا کہ حضرت عمر فاروقؓ ایسے لوگوں کو مارا بھی کرتے تھے۔

اسی طرح ایک اور حضرت اپنی بیوی کو دو سو ۲۰۰ طلاقیں دے کر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس فتویٰ پوچھنے تشریف لائے تھے۔ انہیں بھی آپ نے یہی جواب دیا تھا (موطا امام مالکؒ۔ کتاب الطلاق۔ باب ماجاء فی البتہ)

(جاری ہے)

سراسر درس عبرت ہے

(عبدالرحمٰن عاجز مالیرکوٹلوی)

عبادت اک تجارت ہے منافع جس کا جنت ہے
جنون خدمت انسان شعور آدمیت ہے
بدی خوش رنگ ہے بے حد مگر اس میں ہلاکت ہے
رضائے رب پہ راضی رہ یہی تیری سعادت ہے
سبب بن جائے بخشش کا وہ بیماری بھی رحمت ہے
تو جس پیکر پہ ہے نازاں فقط اک خاک تربت ہے
نہایت ہی نہیں جس کی وہ حرص مال و دولت ہے
ثمر صدق و محبت کا رضا و صبر و طاعت ہے
خدا کے خوف سے رونا صلہ اس کا مسرت ہے
زوالِ حبِّ زر عاجزؔ
کمالِ آدمیت ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ